امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ تم بہت یاد آئے
■ تذکرۂ ابوالمحاسن
■ مودی کے پانچ سالہ دور اقتدار کا......
■ گھر واپسی ضروری ہے ورنہ......
■ رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ کی خستہ حالت
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وسائنس

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 16 مورخہ ۱۶رشعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲راپریل ۲۰۱۹ء روز سوموار

بین السطور

چارۂ کار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے چارہ کار کیا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جو آج ہر سطح پر ایمان والوں کے درمیان اٹھ رہا ہے، لوگ ان حالات کو خطرناک سمجھ رہے ہیں اور اسے ہندوستان میں مسلمانوں کی بقا سے جوڑتے ہیں، عام لوگوں کو بھی حالات کی سنگینی کا احساس ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اب تک یہ بات نہیں سمجھ پائے کہ اصل خطرہ حالات سے نہیں ہے، بلکہ ہماری بے حسی سے ہے، دین کے معاملے میں اب بھی ہمارے اندر تبدیلی نہیں پائی جا رہی ہے، کاروبار دنیا حسب سابق جاری ہے اور سوائے خوف ودہشت کے ہمارے اعمال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، حالاں کہ حالات میں سدھار عمال وحکام کے بدلنے سے نہیں، اعمال کے بدلنے سے ہوگا، انابت الی اللہ اور دین پر مضبوطی سے کاربند ہونا وہ نسخۂ کیمیا ہے، جو احوال وکیفیات کے بدلنے میں ہر دور میں معاون ومددگار رہا ہے، دلوں کو بدلنے والی ذات اللہ کی ہے اور اس کی مرضی ہو تو سب کچھ منٹوں میں نہیں سکنڈوں میں بدل جائے گا، ضرورت اللہ کو راضی کرنے کی ہے اور اس کی خفگی والے کاموں سے بچنے کی ہے۔

اپنے غیر مسلم بھائیوں تک فکری اور عملی طور پر اسلام کا پیغام پہونچانا بھی اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے ہمیں انہیں ہر سطح پر یہ باور کرانا ہوگا کہ ہمارے وجود سے اس ملک کی سرسبزی وشادابی ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں ہم اس ملک کے لیے مفید رہے ہیں، اس ملک پر جب مسلمانوں کی حکومت تھی تو یہ ملک اس دور کے اعتبار سے تیزی سے ترقی کر رہا تھا، عظیم ہندوستان کا جو تصور آج پایا جاتا ہے اس کی داغ بیل مغلیہ دور حکومت میں پڑی تھی، انگریزوں نے جتنے بڑے ہندوستان پر جبراً قبضہ کر لیا تھا، اتنا بڑا ہندوستان تو آج بھی نہیں ہے، آزاد ہندوستان، پورا پورا ہندوستان باقی نہیں رہا، اس ملک کی جتنی تاریخی عمارتیں ہیں، جن پر ہندوستان ناز کرتا ہے اور جو پوری دنیا میں ہندوستان کی شناخت اور پہچان کا سبب ہیں، وہ سب مسلمانوں کی دَین ہیں، تاریخ کو دیومالائی روایت سے تبدیل نہیں کیا جائے اور غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو ہر پڑھا لکھا آدمی اس کی تائید پر خود کو مجبور پائے گا۔

ہمیں انسانی بنیادوں پر خدمت خلق کے کام کو مزید آگے بڑھانا چاہیے، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ خدمت خلق سے دل پر اور تعلیم سے دماغ پر قبضہ ہوتا ہے، موجودہ عدم رواداری کے ماحول میں اسلامی تعلیمات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہم انسانی بنیادوں پر خدمت کر کے نفرت کے اس ماحول کو بدل سکتے ہیں، یہ ہمارے لیے اور ملک کے لیے بھی فائدہ مند ہوگا، یقیناً مقابلہ جن لوگوں سے ہے وہ سخت دل، جابر وظالم اور انسانیت کے احترام سے عاری لوگ ہیں، لیکن جب پتھر پر مستقل پانی پڑتا رہے تو وہ گھس جاتا ہے اور کبھی پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے تو بھلا حسن اخلاق اور اچھے کردار سے ان کے دلوں پر دیا جانے والا دستک رائیگاں کیسے جا سکتا ہے۔

برادران وطن کے ذہن کو جس چیز نے سب سے زیادہ خراب کیا ہے، وہ فرقہ پرست طاقتوں کا یہ پروپیگنڈہ ہے کہ ہم ان کے دشمن ہیں، اور ہمیشہ ان کو نقصان پہونچانا چاہتے ہیں، یہ جھوٹ اتنی بار بولا گیا ہے کہ ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو سچ معلوم ہونے لگا، حالانکہ ہم تو تمام انسانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مانتے ہیں، فرق یہ ہے کہ ہم اس دعوت پر لبیک کہہ کر قبول کرنے والے لوگ ہیں، جب کہ ہندوستان کے دیگر مذاہب کے لوگ امت دعوت ہیں، یعنی ان تک اسلام کا پیغام، دین کی دعوت پہونچانا، ہماری ذمہ داری ہے، دونوں جب ایک نبی کی امت ہیں تو اس میں نفرت کا گذر ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ ہم کسی سے نفرت کر کے اس تک دین کی دعوت پہونچا نہیں سکتے، دعوت کا یہ کام محبت کی بنیاد پر ہی کیا جا سکتا ہے، اور اس جذبہ اور سوچ کے ساتھ ہی ممکن ہے کہ ہمارے دوسرے بھائی بھی جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں، اس کے لیے تو محبت ہی محبت کے ساتھ کام کرنا ہوگا، (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

صحیح مصرف

گذشتہ چند سالوں میں تعلیم کے مسئلہ پر مسلمانوں میں بیداری آئی ہے، کنونٹ، پرائیوٹ تعلیمی ادارے اور سرکاری اسکولوں میں مسلم بچے بچیوں کا تناسب تیزی سے بڑھا ہے، سہولتیں بھی پیدا ہوئی ہیں، مکتب اور مدارس میں بھی طلبہ پہونچ رہے ہیں؛ یہ رجوع اس قدر بڑھا ہے کہ بہت سارے مدارس میں طلبہ کا داخلہ جگہ اور وسائل کی قلت کی وجہ سے نہیں ہو پا رہا ہے، یہی حال معیاری اسکولوں اور کنونٹ کا ہے، بڑی بڑی رقمیں دینے اور بہت سارے اوقات صرف کرنے اور سفارشوں کے باوجود، داخلے میں پریشانیوں کا سامنا ہے، ہمارے امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اب تعلیم کے سلسلے میں معاملہ بے کسی اور بے بسی کا نہیں ہے، اگر کوئی نہیں پڑھ رہا ہے تو یہ بے حسی ہے، گارجین کی اور ان لوگوں کی جن کی سرپرستی بچوں کو حاصل ہے۔''

اس خوش کن صورت حال کے باوجود مکاتب اور مدارس کے دائرے سے باہر نکلیے تو ہمارے بچے جن اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان میں سے بیش تر میں بنیادی دینی تعلیم کا یا تو نظم ہی نہیں ہے یا ہے تو برائے نام ہے، دوسرے موضوعات کی طرح اس پر توجہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہمارے طلبہ وطالبات بنیادی دینی تعلیم سے دور رہ جاتے ہیں، اور ان کی دینی زندگی متاثر ہوتی ہے اور وہ بیش تر حالات میں دین سے نابلد اور عمل سے دور ہو کر زندگی گذارتے ہیں، اس افسوس ناک صورت حال کا حل یہ ہے کہ ہمارے اسکول اور کنونٹ جو مسلمانوں کے ذریعہ چلائے جا رہے ہیں، ان میں بنیادی دینی تعلیم کا مناسب اور معقول انتظام لازماً کیا جائے اور دوسرے موضوعات کی طرح اس پر خصوصی توجہ دی جائے، تاکہ وہاں سے نکلنے والے طلبہ دینی تعلیم وتربیت سے پورے طور پر آراستہ ہوں، جو ادارے دوسروں کے قبضے میں ہیں، ان میں ایسا دباؤ بنایا جائے کہ وہ مسلم بچوں کے لیے مناسب دینی تعلیم کا نظم کریں۔ ایک طریقہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ بچوں کے لیے دینی اقامت گاہیں بنائی جائیں، جن میں اسکول کے بعد کا وقت بچے وہاں گذاریں اور کچھ اوقات ان کے لیے مختص کر دیا جائے کہ ان اوقات میں بچے دینیات پڑھ لیں، اقامت گاہیں اسلامی تربیت کا بھی مرکز ہوں جن میں بچوں کی نشو ونما اسلامی اقدار کے ساتھ کی جائے، اسے ایک زمانہ میں ''گیلانی اقامت گاہ'' کا نام دیا گیا تھا، یہ شکل صرفہ والی ہے، لیکن اوپر والی دونوں شکلوں سے زیادہ کارآمد ہے، ان دنوں ایک اور شکل مختلف علوم وفنون کے حصول کے لیے رائج ہے اور انتہائی مفید ہے وہ یہ کہ گرمیوں کی تعطیل کا استعمال ''ووکیشنل کورس'' کے لیے کیا جائے اور فرصت کے ایام کو کارآمد بنایا جائے، یہ کورس دینیات کا بھی چلایا جا سکتا ہے، اور چند گھنٹوں اور چند ایام میں صحیح تعلیم وتربیت اور نصاب کے ذریعہ مقصد تک پہونچا جا سکتا ہے، امارت شرعیہ اس سلسلہ میں کافی فکرمند ہے، اور وہ چاہتی ہے کہ اسکول کے ذمہ دار اپنے اسکولوں میں ووکیشنل کورس دینیات کا چلائیں۔ اس کام میں گارجین حضرات کی دلچسپی کی بھی ضرورت ہے کہ وہ فرصت کے ان ایام واوقات اور سمر ووکیشن میں اپنے بچوں کو قریب کے مکاتب ومدارس اور مساجد کے ائمہ کرام کی خدمت میں بھیجنے کو یقینی بنائیں، بچے تو بچے ہوتے ہیں، گارجین حضرات کی دلچسپی نہیں ہوگی تو وہ سارا وقت کھیل کود میں برباد کر دیں گے، اس کورس میں داخل ہونے سے ان کا وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور غیر شعوری طور پر انہیں وقت کی قدر وقیمت کا بھی اندازہ ہوگا، جس سے وہ آئندہ زندگی میں فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ائمہ حضرات جمعہ کی نماز سے قبل اگر اس موضوع کو اپنی تقریر کا موضوع بنائیں تو یہ منصوبہ تحریک کی شکل اختیار کر سکتا ہے، ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ جو لوگ اس کام کو کر سکتے ہیں وہ اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر ملت کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے فارغ کریں۔ ایسے کورسیز کے لیے ایک بڑا سوال نصاب کا ہوتا ہے، میری رائے ہے کہ دینیات کا بالکل ہلکا پھلکا نصاب رکھا جائے، بوجھل نصاب طلبہ کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کرا پائے گا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

صحیح علم

''مشائخ کے یہاں جانے کی ضرورت عموماً یہ سمجھی جاتی ہے کہ عمل کی اصلاح ہو، مگر میں کہتا ہوں کہ علم کی اصلاح کے لئے بھی جانا چاہئے، اس لئے کہ صحیح علم اللہ والوں کے ہی پاس ہوتا ہے، علم قیل وقال کا نام نہیں ہے، بلکہ ایک نور ہے، جو اللہ کی طرف سے مومن کے قلب میں ڈالا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ عملی گمراہی علمی گمراہی کا نتیجہ ہے اور یہ اس زمانہ میں عام ہے۔ عقائد کا تعلق علم ہی سے ہے، علم صحیح نہیں ہوگا تو عقیدہ بھی صحیح نہیں رہ سکتا۔''

(مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

بلا تبصرہ

''مسلمانوں کا اچانک سیاسی وانتخابی منظر نامہ سے غائب ہونا معمولی بات نہیں ہے، اس میں سازش بھی ہو سکتی ہے، کچھ اور بھی، جو بھی ہے بہت منظّم طریقے سے کام ہو رہا ہے، مسلمان سمجھ نہیں پا رہے ہیں اور دیگر میدانوں کی طرح انتخابی میدان میں حاشیے پر جا رہے ہیں، پہلے یہ کہہ کر مسلمانوں کا ووٹ لے لیا جاتا تھا کہ وہ ووٹ نہیں دیں گے تو ملک کا سیکولرزم اور جمہوریت خطرے میں پڑ جائے گی، اب یہ بھی نہیں کہا جاتا۔''

(محمد صبغۃ اللہ ندوی، دعوت ۱۰راپریل ۲۰۱۹ء)

اللہ کی باتیں --- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

کامیابی کی شرطیں:

﴿جو شخص آخرت کے ثواب کی نیت رکھے گا اور اس کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیے، ویسی ہی کوشش بھی کرے گا، بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش کامیاب ہوگی﴾ (سورۂ بنی اسرائیل:۱۹)

مطلب : آخرت؛ دنیا کا حاصل اور نتیجہ ہے، اس میں سرخرو پانے کے لیے ایمان اور عمل صالح سے انسان کو مزین ہونا پڑے گا چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ جل شانہ نے آخرت کی کامیابی کے لیے چار بنیادی شرطیں بیان کی ہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ دل میں اخلاص وللٰہیت ہو، اگر نیت میں خودغرضی اور مفاد پرستی شامل ہوگی، یا ریا ونمو کے لیے کوئی عمل کیا تو اللہ کے یہاں اس کا اجر نہیں ملے گا؛ اس لیے نیکی اور بھلائی کے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے بھی اللہ کی رضا وخوشنودی ہی محبوب ومطلوب ہے۔ایک حدیث میں فرمایا: انما الاعمال بالنیات ، اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ صرف نیت اور ارادہ سے کوئی کام نہیں ہوتا، جب تک کے اس کے لیے کوشش نہ کی جائے، جب کسی کام کے لیے انسان کوئی اقدام کرتا ہے اور صحیح سمت میں چلتا ہے تو اللہ کی طرف سے غیبی نصرت حاصل ہوتی ہے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ جو عمل بھی کیا جائے وہ سنت اور شریعت کے مطابق کیا جائے، اس لیے جو اعمال خودرائی اور من گھڑت طریقے سے کئے جاتے ہیں، چاہے وہ دیکھنے میں کتنے ہی خوشنما کیوں نہ ہو، نہ وہ اللہ کے یہاں مقبول ہیں اور نہ ہی آخرت میں کارآمد۔اس لیے ترقی اور کامیابی کے لیے کتاب ہدایت اور چراغ نبوت سے اکتساب فیض کئے بغیر زندگی کے تاریک دریچوں کو روشن نہیں کیا جاسکتا، اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ استقامت اور مداومت کے ساتھ کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ شوق عبادت میں ایک دن تلاوت اور ذکر وتسبیح کا خوب اہتمام کیا اور ۲۹/دن غفلت وسستی میں گذار دیا، بلکہ اس کے لیے معمول اور نظام الاوقات بنایا جائے اور ہر روز تھوڑا تھوڑا کیا جائے؛ تاکہ برابر کرنے کی عادت پڑ جائے اور آخری بات یہ ہے کہ دنیا وآخرت میں کامیابی کے لیے صرف کوشش کافی نہیں ہے بلکہ وہ کوشش مطلوب ہے جو ایمان وعقیدے کی درستگی سے عبادت ہو، دل میں اللہ کی وحدانیت کا یقین ہو، زبان پر اس کا اقرار ہو اور اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے، مخالفتوں کا طوفان آئے، آندھیاں چلے، کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر ایمان پر ثابت قدم رہئے، جو ان چار چیزوں پر عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا وآخرت کی کامیابی کی بشارت دی ہے۔

بخاری شریف کی آخری حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہیں، پڑھنے میں زبان پر ہلکے ہیں، قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں وزنی ہیں، وہ کلمے ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم، پاک ہے اللہ کی ذات اور تمام تعریفیں اسی کے لیے ہے اور پاک ہے وہ اللہ، جو عظیم مرتبے اور شان والا ہے۔ (بخاری شریف)

وضاحت : بخاری شریف کی یہ سب سے آخری حدیث ہے، اس کے الفاظ بہت مختصر ہیں، لیکن معنی ومفہوم میں بڑی گہرائی، وسعت اور جامعیت ہے، اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو کلمے زبان پر آسانی سے چڑھنے والے ہیں، اس کی ادائیگی میں کوئی دقت وپریشانی نہیں ہے، حروف بھی کم ہیں اور اوصاف بھی ایسے ہیں جن کی رعایت میں کوئی دشواری نہیں، اسی لیے یہ دونوں کلمے اللہ کو بے حد محبوب وپسندیدہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب کے لیے میزان عدل قائم کریں گے تو اس وقت یہ دونوں ہلکے پھلکے کلمے نہایت وزنی اور بھاری ہوں گے۔ وزن اور بھاری ہونے کا مطلب ہمارے ترازو کی طرح نہیں؛ بلکہ جس طرح آج ہوا، بجلی اور رفتار کی ناپ تول کے لیے میٹر ہیں اور یہ گویا ایک طرح کی ترازو ہیں، اسی طرح اللہ کے یہاں بھی الفاظ اور ان کے اندر کی روح کی ناپ تول کے لیے پیمانے اور میٹر ہیں، جن کے ذریعہ کاغذوں کا وزن نہیں؛ بلکہ ان کے اندر محفوظ اعمال کی طاقت کو تولا جائے گا اور وہ طاقت بلاشبہ کلمہ تحمید وتسبیح ہی کی بڑھی ہوئی ہے، پھر جس قدر یقین واخلاص اور دل کی سچائی واعتماد سے یہ کلمہ پڑھا جائے گا اور اس کے تقاضوں پر جس قدر زیادہ عمل زندگی میں ہوگا، اس کا یہ کلمہ اسی قدر جاندار، وزن دار اور آخرت میں نفع بخش ہوگا۔ وہ کلمے یہ ہیں: ''سبحان اللہ وبحمدہ'' اور ''سبحان اللہ العظیم'' اللہ کی رحمت کی توقع کے ساتھ اس کے جاہ وجلال سے خوفزدہ رہا جائے اور اس کی صفت عظمت کو دل میں پیوست کیا جائے، اس طرح ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سبحان اللہ کا ورد زبان پر جاری رکھے کہ اللہ کے نزدیک مقامات علیا سے سرفراز ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر الٰہی تمام عبادتوں سے افضل وبرتر ہے، اس لیے یہ کلمات مومنوں کے لیے بڑا تحفہ ہے، ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا گیا کہ جس نے سبحان اللہ وبحمدہ کہا، اس کے لیے جنت میں کھجور کا درخت لگ جاتا ہے، جس سے وہ فیضیاب ہوگا، اس لیے ہر مومن بندہ کو رات دن، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اس کلمہ کو پڑھتے رہنا چاہیے، اس سے دل کا کھوٹ اور باطن کی گندگی دور ہوگی اور اس کے نتیجہ میں ایمان میں حلاوت وتازگی پیدا ہوگی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی پالش ہوتی ہے، دلوں کی پالش ذکر اللہ ہے، اگر کوئی اس سے محروم ہے تو چاہے وہ جسمانی اعتبار سے کتنا ہی تندرست وتوانا کیوں نہ ہو، بے جان لاش ہے، اس لیے آپ ان کلمات کے ورد کا معمول بنالیجئے اور ہر فرض نماز کے بعد کم سے کم تین مرتبہ ضرور پڑھ لیا کیجئے، اس سے فائدہ دنیا وآخرت دونوں جہاں میں فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا کریں گے اور زندگی کی ترقی وخوشحالی کی نعمت سے بہرہ ور فرمائیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

شعبان کی پندرہویں تاریخ کے بعد کا روزہ اور یوم الشک کا روزہ

کیا شعبان کے مہینے میں پندرہویں تاریخ کے بعد روزہ رکھ سکتے ہیں؟ رمضان سے ایک دن پہلے اگر نفل روزہ کی نیت سے روزہ رکھے تو کیا یہ روزہ رکھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ براہ کرم، جواب دیں۔

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

۱۵/شعبان کے بعد رمضان آنے تک یوم الشک کے علاوہ روزہ رکھ سکتے ہیں، جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ ۱۵/شعبان کے بعد رمضان آنے تک کوئی روزہ نہ رکھا جائے تاکہ رمضان کے روزوں کے نشاط میں کسی قسم کا فرق نہ آئے، حدیث میں ہے: إذا انتصف شعبان فلا تصوموا (مشكاة شريف: ٤٧١ ؛بحواله سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجه اور سنن دارمی) اور مرقات (۴:۹۰۴) میں ہے : والنهي للتنزيه رحمة على الامة أن يضعفوا عن حق القيام بصيام رمضان على وجه النشاط ۰۰۰۰ وفي شرح ابن حجر: قال بعض أئمتنا: يجوز بلا كراهة الصوم بعد النصف مطلقا تمسكا بأن الحديث غير ثابت أو محمول على من يخاف الضعف بالصوم، روده المحققون بما قرر أن الحديث ثابت بل صحيح وبأنه مظنة للضعف وما نيط بالمظنة لا يشترط فيه تحققها)

رمضان سے ایک دن پہلے یعنی ۳۰/شعبان کو جس کو یوم الشک کہا جاتا ہے نفل کی نیت سے روزہ رکھنے کی گنجائش ہے البتہ عوام کو اس دن روزہ رکھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یوم الشک میں گذشتہ رمضان کے بچے ہوئے روزہ کی قضا

کیا میرے لیئے یہ جائز ہے کہ گزشتہ رمضان کی قضاء یوم الشک میں یا رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ادا کرلوں؟

جی ہاں رمضان المبارک کے فوت شدہ روزوں کی قضاء یوم الشک اور رمضان کے ایک یا دو روز قبل رکھنے جائز ہیں ۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الشک میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، اور اسی طرح استقبال رمضان کے لیے رمضان سے ایک یا دو روز قبل بھی روزہ رکھنا منع ہے، لیکن یہ نہی اس کے لیے ہے جو عادتا روزہ نہ رکھتا ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: رمضان سے ایک یا دو روزہ قبل روزہ نہ رکھو، لیکن جو شخص پہلے روزہ رکھتا ہو وہ رکھ سکتا ہے (متفق علیہ) مثال کے طور پر جب کوئی شخص ہر ہفتہ پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتا ہو اور شعبان کا آخری دن پیر کو آ جائے یا جمعرات کو آ جائے تو وہ یہ نفلی روزہ رکھ سکتا ہے، اسے اس روزہ رکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا لھٰذا جب عادتا رکھے جانے والے روزے یوم الشک میں رکھنے جائز ہیں تو رمضان المبارک کے باقیماندہ روزے بالاولی رکھے جاسکتے ہیں ، کیونکہ رمضان کے روزے تو فرض ہیں اور آئندہ رمضان کے بعد تک انہیں مؤخر کرنا مناسب نہیں ہے۔

باپ کے ہنر سے فروغ دیے ہوئے کاروبار میں دیگر ورثاء کا حصہ:

باپ کی طرف سے کوئی ہنر ملا، پھر تین بیٹوں میں سے ایک نے اُس ہنر کا استعمال کرتے ہوئے باپ کے کاروبار کو فروغ دیا، فیکٹری قائم کی، جائدادیں خریدیں، اب وہ دو بیٹے تمام جائیداد میں سے برابر کا حصہ مانگ رہے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

سیکھا ہوا ہنر تو انسان کی اپنی صلاحیت ہے، اس میں کسی کی شراکت نہیں ہوسکتی؛ اس لیے اگر بیٹے نے باپ کے اثاثوں اور ملے ہوئے کاروبار کے علاوہ الگ سے کاروبار کیا اور کمایا تو وہ صرف اسی بیٹے کا ہے، صرف ہنر سیکھنے کی وجہ سے جائے داد میں حصہ مانگنے کا مطالبہ درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہر نماز کے بعد اجتماعی دعا کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟

کیا ہر نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنا ضروری ہے؟ اگر کبھی کبھی دعا کے بغیر مسجد سے نکل جائے تو اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ رات کے اخیر حصے میں یعنی تہجد کے وقت اور ہر فرض نماز کے بعد جو دعا کی جاتی ہے وہ بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ اگر سارے مقتدی اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے نماز کے بعد دعا کریں تو یہ خود بخود اجتماعی بن جاتی ہے، اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ ہاں اس کا اہتمام والتزام نہ ہونا چاہیے، اسے کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ اسے لازم وضروری نہ سمجھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مساجد میں رکھی ہوئی منرل واٹر کی بوتلیں اپنے ساتھ لے جانا

سعودی عرب میں مسجدوں میں صدقے کے طور پر پانی آتا ہے، تو بعض لوگ اس کو بوتلوں میں ساتھ لے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

اگر پانی کی بوتلیں رکھنے والوں کی طرف سے اس بات کی صراحت ہو کہ یہ پانی صرف یہیں پینے کے لیے ہے تو پھر اس پانی کو وہیں پینا تو درست ہوگا، لیکن باہر ساتھ لے جانا درست نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو کہ ان بوتلوں سے پانی پی بھی سکتے ہیں اور ساتھ لے بھی جاسکتے ہیں تو پھر پینے کے ساتھ اس کو لے جانا بھی درست ہوگا، عام طور پر وہاں پانی پینے اور ایک آدھ بوتل لے جانے کی ممانعت نہیں ہوتی، بلکہ دلالۃً اس کی اجازت ہوتی ہے، لہذا اس حد تک اس کو ساتھ لے جانے کی اجازت ہوگی، اور اگر اجازت اس سے زیادہ کی ہو تو اس سے زیادہ بھی لے جانے کی اجازت ہوگی۔ فقط

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلدنمبر 57/67 شمارہ نمبر 16 مورخہ ۱۶/شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲/اپریل ۲۰۱۹ء روز سوموار

شفافیت

ہندوستان میں بدعنوانی کی جڑیں بہت گہری ہیں اور اس کو گہرائی عطا کرنے میں ہمارے سیاست دانوں کا بڑا ہاتھ رہا ہے، یہ بدعنوانی مثالی ضابطہ اخلاق کے نفاذ کے باوجود انتخابات کے دنوں میں آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتی ہے اور چوں کہ اس حمام میں سبھی سیاست داں ننگے ہوتے ہیں، اس لیے اس پر دارو گیر نہیں ہوا کرتی، اور بہتے تالاب میں سب ہاتھ دھوتے ہیں، ان بدعنوانیوں میں ایک بغیر لیکھا جوکھا کے انتخاب کے لیے فنڈ کی فراہمی ہے، اس میں پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس شخص نے کس پارٹی کو کتنا چندہ دیا، کالے دھن کا ایک حصہ سیاسی پارٹیوں کو دے کر اپنے تحفظ کا سامان فراہم کرایا جاتا ہے، چندے کی فراہمی کی ایک شکل باؤنڈ کی ہے، یہ باؤنڈ اس بی آئی کی برانچ میں دستیاب ہوتے ہیں، یہ باؤنڈ کون خرید رہا ہے اس کی جانکاری بینک نہیں لیتا، اس کی حیثیت اوپن بیرر چیک کی ہے، جو چاہے اپنا نام بھر کر اسے کیش کرالے، باؤنڈ خریدنے والا کیش بک میں اندراج کرا کے انکم ٹیکس سے بھی خود کو بچالیتا ہے اور سیاسی پارٹیوں کا محبوب نظر بھی بنا رہتا ہے، باؤنڈ چھوٹی بڑی قیمت کے ہوتے ہیں، لیکن سیاسی چندے کے لیے جس باؤنڈ کا استعمال ہوتا ہے وہ دس لاکھ سے لے کر ایک کروڑ تک کے ہوتے ہیں، ایک اندازہ کے مطابق ۲۰۱۸ء میں سیاسی پارٹیوں نے باؤنڈ کی مدد سے دس سو ستاون کروڑ روپے چندے کی اُگاہی کی تھی، ۲۰۱۹ء کے مالی سال کا ابھی آغاز ہی ہوا ہے، لیکن اب تک سیاسی پارٹیوں کی تحویل میں سترہ سو سولہ کروڑ روپے منتقل ہو چکے ہیں، ظاہر ہے اس سے زیادہ بڑا فائدہ حکمراں جماعت کو ملتا ہے، باخبر ذرائع کے مطابق اس رقم کا پنچانوے فیصد حصہ بی جے پی کے کھاتے میں منتقل ہوا ہے، یہ معاملہ حوالہ کے ذریعہ منتقلی سے زیادہ بڑا ہے، حوالہ کے خلاف قانون موجود ہے، لیکن باؤنڈ کے ذریعہ آپ قانونی طور پر رقم منتقل کرتے ہیں اور آپ لائق سزا نہیں قرار پاتے، کیونکہ آپ نے کوئی جرم ہی نہیں کیا۔

اس قسم کا ایک معاملہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت تھا، عرضی گذار نے اس سلسلے کو بند کرنے کی درخواست دی تھی، عدالت نے اپنے ایک اہم فیصلہ میں اس پر روک لگانے سے تو انکار کر دیا، البتہ سبھی سیاسی پارٹیوں کو باؤنڈ کے ذریعہ فراہم رقومات کی تفصیلات ۳۰/مئی ۲۰۱۹ء تک مہر بند فراہم کرنے کا حکم دیا ہے، تاکہ پتہ چل سکے کہ کس پارٹی کو کب اور کس کی طرف سے کتنی رقم آئی، سیاسی پارٹیوں نے اس کی مخالفت کی، لیکن سپریم کورٹ نے ان کی ایک نہ سنی، توقع کی جاتی ہے کہ انتخاب کے موقع سے ہونے والی مالی بدعنوانی پر اس فیصلے سے روک لگے گی اور شفافیت آئے گی، لیکن اس کی جانکاری صرف سپریم کورٹ کو ہوگی، الیکشن کمیشن کو بھی اس سے دور رکھا گیا ہے، اور ظاہر ہے جب الیکشن کمیشن کو اس کی بھنک نہیں لگنی ہے تو عوام کا ذکر ہی کیا، اس کو بالکل معلوم نہیں ہو سکے گا، کس کروڑ پتی نے گنگا میں کتنا پانی بہایا ہے، چونکہ سیاسی پارٹیوں کے چندے اطلاعات کے حق قانون سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے عوام یہ کبھی نہیں جان سکے گی کہ ان کے نیتا کے جیب میں کس کا کتنا پیسہ ہے، اس لیے سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کو شفافیت کی طرف بڑھتا قدم سمجھنا چاہیے مکمل شفافیت لانے میں مزید برسوں لگیں گے۔

ملک کو پُر امن رہنے دیں

اجودھیا پر جس طرح فرقہ پرست طاقتیں ملک کے امن وسکون کو غارت کرنے کا منصوبہ بناتی ہیں اور جس طرح ملک فرقہ پرستی کی طرف بڑھ رہا ہے، اس کا اندازہ سپریم کورٹ کو پوری طرح ہے، اس لیے اس نے امرناتھ مشرا کی اس عرضی پر جس میں متنازع جگہ پر موجود مندروں میں پوجا کی اجازت مانگی گئی تھی اور الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلے رد کرنے کی درخواست کی گئی، اسے یہ کہہ کر خارج کر دیا ہے کہ آپ لوگ ملک کو سکون سے رہنے دیں، چیف جسٹس رنجن گگوئی نے صاف لفظوں میں کہا کہ آپ لوگ ملک کو امن سے نہیں رہنے دیں گے، کوئی نہ کوئی اس معاملہ میں کچھ نہ کچھ لے کر آہی جاتا ہے، چیف جسٹس نے عدالت کا وقت خراب کرنے کی پاداش میں الہ آباد ہائی کورٹ نے امرناتھ مشرا پر پانچ لاکھ کا جو جرمانہ عائد کیا تھا اسے بھی برقرار رکھا، ملک کے موجودہ حالات پر چیف جسٹس کا یہ فیصلہ ان لوگوں کو باخبر اور ہوشیار کرنے کے لیے کافی ہونا چاہیے جو اس حوالہ سے ملک کی فضا کو خراب کرتے رہتے ہیں، انہیں اس معاملہ میں لال کرشن اڈوانی کے موجودہ حالات سے سبق لینا چاہیے، کہ بابری مسجد کے انہدام کے بعد سے ان کے سیاسی خواب کس طرح چکنا چور ہوئے اور اب تو وہ پارلیامنٹری الیکشن سے بھی دور کر دیے گیے، اللہ کے گھر کے توڑنے والے سبھی کا یہی حشر ہونا ہے، جو لوگ اپنے اس جرم کی سزا پا چکے ان کی طویل فہرست ہے، نرسمہا راؤ بھی اپنے انجام کو پہونچے، قارئین کو یاد ہوگا کہ آگ نے ان کے جسم کو پوری طرح نہیں جلایا، اور ادھ جلے جسم کو کتوں نے نوچ نوچ کر کھایا۔ کلیان سنگھ بھی لائن میں، فاعتبروا یا اولی الابصار ہوش والو عقل کے ناخن لو اور عبرت پکڑو۔

اسلام کی طرف بڑھتے قدم

ایک ایسے وقت میں جب مسلمانوں کے ایمان وعقیدت کے مرکز سعودی عرب کے قوانین میں تیزی سے تبدیل کی جارہی ہے اور جو ''ناخوب'' تھا وہی بتدریج ''خوب'' ہوتا جارہا ہے، جنوب مشرقی ایشیا میں واقع مسلم اکثریتی ملک برونائی نے جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے اور وہ بتدریج ۲۰۱۴ء سے اسلامی مملکت کی طرف بڑھ رہا ہے، برونائی چھوٹا مگر مالدار ملک ہے، تیل اور گیس کے وافر ذخیرے نے اسے جنوب مشرقی ایشیا میں امیر ترین ملک بنا دیا ہے، یہاں کی آبادی صرف چار لاکھ بیس ہزار ہے، جس میں مسلمانوں کا تناسب دو تہائی کا ہے، اس اعتبار سے دیکھیں تو یہاں مسلمان دو لاکھ اسی ہزار کے قریب بستے ہیں، اتنی بڑی مسلم آبادی ہونے کے باوجود ۲۷ سالہ حکمراں سلطان حسن البلقیہ کے لیے سب سے اہم مسئلہ اس ملک میں شرعی حدود کے نفاذ کا تھا، اپریل ۲۰۱۹ء سے برونائی کی حکومت نے شرعی حدود کو نافذ کر دیا ہے، نئے قوانین کے تحت چور کے ہاتھ کاٹنے اور زنا کار نیز ہم جنسی کے مرتکب کو سنگسار کرنے کا اعلان ہوا ہے، تمام مسلم ممالک کو اس فیصلے کا خیر مقدم کرنا چاہئے، توقع کی جاتی ہے کہ اس فیصلے سے ان مسلم ممالک کو بھی حوصلہ ملے گا جو مغرب کے زیر اثر اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں تذبذب کے شکار ہیں، واقعہ یہ ہے کہ جس تیزی سے جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے، اس کو روکنے کی واحد شکل اسلامی قوانین کا نفاذ ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ سلطان حسن البلقیہ نے اس موقع سے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ میں اپنے ملک میں شرعی قوانین دیکھنا چاہتا ہوں، کیوں کہ اسی کے ذریعہ جرائم پر قابو پانا ممکن ہے، اور ہم دنیا بھر میں ترقی کر سکتے ہیں، انہوں نے کہا کہ آج ہمارے لیے خوشی کا دن ہے کہ مستقبل میں ہم مجرمین کو اسلام اور قرآنی احکامات کے مطابق سزائیں دے سکیں گے۔

برونائی کے اس اعلان پر مغرب کا سخت ردعمل سامنے آیا ہے، اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس کی کئی شقوں کو حقوق انسانی کے خلاف ورزی قرار دیا ہے، جس پر برونائی نے بھی دستخط کر رکھا ہے، برونائی کی حکومت نے ان اعتراضات کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ برونائی کے اندرونی معاملات کو یہاں کی حکومت اور عوام ہی اچھے سے سمجھ سکتی ہے، اس لیے کسی بھی ان جی اوز کو اس میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس حوالہ سے کوئی بیرونی دباؤ برداشت کرنے کو تیار ہیں، اس قسم کے سخت اعلامیہ سے برونائی حکومت نے اپنے مخالفین کو واضح پیغام دے دیا ہے کہ اس نے اسلام کی طرف جو قدم بڑھایا ہے، وہ بہت سوچی سمجھی اسکیم ہے، توقع یہ بھی کی جارہی ہے کہ مستقبل میں حدود شرعی کے نفاذ کے علاوہ بھی کچھ اور شعبوں میں اسلامی احکام کی پابندی کی جانے لگے گی، شرط یہ ہے کہ مغرب کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں وہاں عدم استحکام کا ماحول نہ پیدا ہو جیسا کہ ابھی سوڈان میں ہوا ہے۔

گولان کی پہاڑیاں

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے شام کی مقبوضہ گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کے حق کو تسلیم کر کے عالمی سطح پر ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے، ٹرمپ کے اس ظالمانہ اعلان سے مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی کوششوں کو سخت نقصان پہونچا ہے، یہ اعلان بین الاقوامی قوانین، اقوام متحدہ کی قراردادوں اور عالمی برادری کے اصولی موقف کے بھی خلاف ہے، اس کے علاوہ اگر یہ سلسلہ دراز ہوا تو دیگر مقبوضہ عرب علاقوں پر بھی اسرائیل کے ناجائز تسلط کو جواز فراہم ہو جائے گا۔ حالاں کہ ۱۹۸۱ء میں سلامتی کونسل نے قرارداد ۴۹۷ منظور کر کے واضح کر دیا تھا کہ وادی گولان اسرائیل کا حصہ نہیں بنے گا، لیکن امریکہ اپنی چودھراہٹ کے زعم میں کسی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور عرب ممالک بھی مذمت کرنے کے علاوہ کسی اقدام کے پوزیشن میں اپنے کو نہیں پاتے، اس لیے ڈونالڈ ٹرمپ کے حوصلے بلند ہوتے جارہے ہیں۔

دمشق جو شام کا دارالحکومت ہے اس سے ساٹھ کلومیٹر جنوب مغرب میں یہ پہاڑیاں واقع ہیں، اس کا رقبہ بارہ سو مربع کلومیٹر ہے، اس علاقہ میں بیس ہزار شامی بھی آباد ہیں، جب کہ یہودیوں نے ۱۹۶۷ء میں اس علاقہ پر قبضہ کے بعد تیس یہودی بستیاں آباد کر دی ہیں، جس میں کم وبیش بیس ہزار یہودی بستے ہیں۔

گولان کی پہاڑیاں شام کے لیے دفاعی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں، اسرائیل نے اس پر قبضہ کر کے فوجی مرکز قائم کر لیا ہے، بین الاقوامی تنظیموں نے اس قبضہ کو ناجائز مانا ہے، لیکن اسے شام کے حوالہ کرنے کے لیے اب تک کچھ نہیں کیا جا سکا ہے، قرارداد سے اسرائیل جیسی ڈھیٹ حکومت کو راہ راست پر لانا ممکن نہیں ہے، خصوصا اس صورت میں جب امریکہ کی پشت پناہی پورے طور پر اسے حاصل ہے اور دوسرے ممالک بشمول عرب لیگ کچھ کر گذرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، ٹرمپ کے اس اعلان سے شام کو بڑا دھچکا لگا ہے، لیکن وہ خانہ جنگی کی وجہ سے خود ہی بربادی کے دہانے پر ہے، روس اور ایران کی حمایت سے بشار الاسد حکومت پر قابض ہے، لیکن ملک برسوں کی خانہ جنگی کے نتیجے میں اپنی تمام تر رونق کھو چکا ہے، وہ سیاسی اور معاشی اعتبار سے ایک مردہ لاش ہے، جسے بڑی طاقتیں نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔

حزب اللہ ملیشیا لبنان کے سربراہ سید حسن نصر اللہ نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے مزاحمت پر زور دیا ہے، انہوں نے عرب لیگ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس ماہ کے آخر میں تیونس میں ہونے والے عرب لیگ کے اجلاس میں اقدام کا فیصلہ کرے اور ۲۰۰۲ء میں شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے ''عرب امن اقدام'' کو واپس لے لے، اس وقت کے فرماں روا شاہ عبداللہ نے عرب لیگ میں یہ تجویز منظور کروائی تھی کہ اگر اسرائیل ۱۹۶۷ء کی جنگ میں قبضے میں لیے گئے علاقے خالی کر دیتا ہے تو عرب ممالک اس سے سفارتی تعلقات کی بحالی کے لیے تیار ہوں گے، اسرائیل کے اس قبضہ سے اسے ایک طرف تو اپنا دفاعی مورچہ مضبوط کرنے کا موقع ملا ہے، دوسرے پانی کے تیسرے بڑے ذخیرہ پر اس کا قبضہ مکمل ہو گیا ہے۔ جو گولان کی پہاڑیوں میں آسمانی بارش سے جمع ہوتے ہیں اور آبی ذخیرہ کا کام کرتے ہیں، اگر پانی کی یہ سہولت حاصل نہ ہو تو یہ پہاڑیاں اور بنجر علاقے رہائش کے قابل نہیں رہیں گے۔ ٹرمپ کے اس اعلان سے بظاہر شام کو کوئی فرق فوری طور پر اس لیے نہیں پڑے گا کہ وہ ۱۹۶۷ء سے ہی اس علاقہ سے بے دخل ہے اور اس کی سرگرمیاں اس علاقے میں معطل ہیں، البتہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، اس کو آسانی سے تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان تمام علاقوں سے دستبردار ہو جایا جائے جو اسرائیل کے ناجائز قبضے میں ہیں، اور یہ مستقبل کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے۔

یادوں کے چراغ

تم بہت یاد آئے

✍ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

جناب محمد اسرار الحق عرف مغل بابو بن محمد انوار الحق بن منصب علی بن سخاوت علی ساکن سدھولی ضلع دربھنگہ کا ۲۸/ستمبر ۲۰۱۸ء کو دبئی اسپتال میں انتقال ہوگیا، جنازہ کی نماز دبئی میں مولانا منصور عالم ندوی استاذ دارالتعلیم والصنعۃ مدینہ لوتاہ نے پڑھائی، ۲/اکتوبر ۲۰۱۸ء کو جنازہ دبئی سے سیدھولی لایا گیا، یہاں ان کے چھوٹے بھائی حافظ ریاض احمد نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سیدھولی کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی وہ دبئی میں گذشتہ اٹھارہ سالوں سے مقیم تھے، میری ماں کے پھوپھوزاد بھائی جناب فیض احمد صاحب کے امور خانہ داری کے مدارالمہام تھے، سارے کام اپنے ہاتھ سے نمٹاتے تھے، اور کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، انہیں برسوں خدمت کرنے کی وجہ سے اس بات کا پوری طرح ادراک ہوگیا تھا کہ کون کام کس وقت اور کس طور انجام دینا ہے، زندگی میں اتار چڑھاؤ آتا ہی رہتا ہے، حالات تلخ وشیریں ہوتے ہیں، لیکن ان کا مزاج شکوہ، شکایت کا نہیں تھا، وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے، نماز باجماعت مسجد جا کر پڑھتے اور حلقۂ احباب سے فون پر مشغول رہتے، ان کا فون صرف بات کرنے کے لائق پرانے طرز کا تھا، وہ موبائل پر فضولیات دیکھنے کے قائل نہیں تھے، نہ ان کے پاس اتنا فالتو وقت تھا اور نہ ان کا موبائل ہی اس کام کے لئے موزوں تھا، ان کاموں سے جو وقت بچتا اسے سونے میں گذار دیتے تازہ دم ہونے کے لیے یہ بھی ضروری تھا۔

مغل ماموں ۱۹۶۸ء میں اپنے آبائی گاؤں سیدھولی ضلع دربھنگہ میں پیدا ہوئے، وہ ہمارے فیض ماموں کے چچازاد بھائی تھے، ان کے والد مولوی محمد انوار الحق صاحب دروازہ پر بچوں کو قرآن کریم اور دعا درود کی تعلیم دیا کرتے تھے، انہیں امارت شرعیہ سے وظیفہ ملا کرتا تھا، مغل ماموں کا بچپن انتہائی غربت اور محرومی میں گذرا، وہ کچھ زیادہ پڑھ لکھ نہیں سکے، دو وقت کی معاش کے لیے محنت ومزدوری کرتے رہے اور زندگی بسر ہوتی رہی، پھر جب فیض ماما کا عروج ہوا اور انہوں نے دبئی میں اپنی حیثیت بنائی تو عزیز واقربا کو کثرت سے دبئی بلایا، بھائی، بہنوئی داماد اور گاؤں کے لوگوں کے لیے دبئی کے دروازے کھلے، چنانچہ ۲۰۰۳ء میں فیض ماما نے انہیں بھی دبئی بلا لیا، دو سال تک وہ بلڈنگ کی تعمیر میں مزدوری کرتے رہے، پھر جب فیض ماما کی اہلیہ موذی مرض میں مبتلا ہوکر جنت سدھاریں تو گھر کے کام کاج، امور خانہ داری اور بچوں کی نگہداشت کے لیے انہیں ایک معتمد اور بھروسے مند آدمی کی ضرورت تھی، فیض ماما کی نگاہ انتخاب مغل ماموں پر پڑی اور وہ اب ان کے گھر کے کام دیکھنے لگے، جاں نثاری، وفاشعاری اور فنائیت کے جذبہ سے انہوں نے برسوں بلکہ مرض الموت میں مبتلا ہونے تک پوری تن دہی سے گھر کے کام کرتے رہے، گھر کے لوگوں کو بھی اطمینان تھا اور وہ بھی دبئی میں دھوپ کی تمازت سے بچ گئے جس سے انہیں یک گونہ آرام نصیب ہوا۔

مغل ماموں شکر کے مریض تھے، بلڈ پریشر میں بھی اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا، لیکن وہ اس کی زیادہ فکر نہیں کرتے تھے، فکر کر کے بھی کیا کرتے کچھ زیادہ علاج ومعالجہ ان کے بس کا نہیں تھا، ایک دن اچانک ہی گھر میں دل کا دورہ پڑا، دبئی ہوسپٹل میں بھرتی کرایا گیا، فیض ماماں نے دیکھ ریکھ اور مال ودولت کے صرف میں کوتاہی نہیں کی، آپریشن ہوا، سٹرنگ لگایا گیا، اور جس دن ڈاکٹر نے ان کو گھر جانے کا مژدہ سنایا اسی دن راہی آخرت ہوگئے، زندگی کے اتنے ہی دن لے کر آئے تھے اور اللہ کا ارشاد ہے کہ جب وقت آجاتا ہے تو وہ بالکل مؤخر نہیں ہوتا، سو ملک الموت نے انہیں آخرت کا راستہ دکھا دیا، پس ماندگان میں دو لڑکے ایک لڑکی اور ایک اہلیہ ہیں، لڑکی کی شادی وہ کر چکے تھے، لیکن دونوں لڑکے کی شادی باقی ہے، دونوں نے پڑھ لکھ لیا ہے اور معاشی تگ ودو میں لگ گیے ہیں۔

سدھولی اہل علم کی مقبول ومشہور بستی رہی ہے، یہاں کے نامور علماء میں مولانا مقبول احمد صدیقی، مفتی عبد الحفیظ صاحب، مولانا محمد زکریا، مولانا محمد تسلیم رحمانی ناظم جامعہ رحمانی مونگیر اور مولانا ابرار احمد صاحب کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے، اس گاؤں سے تعلق احقر کا علماء کی وجہ سے بھی رہا اور رشتہ داری کی وجہ سے بھی یہ رشتہ داری مادر اور پدر دونوں کی طرف سے رہی، امی کی پھوپھو اور ابا کی رشتہ کی ایک بہن یہاں بیاہی ہوئی تھیں اور اتفاق یہ کہ دونوں کے شوہر کا نام مہدی حسن تھا، ایک ڈرائیور تھے، اور ایک دوکاندار، اس حوالہ سے میرا آنا جانا بچپن ہی سے سدھولی رہا، فیض ماما کے سب سے چھوٹے بھائی مدرسہ احمدیہ ابابکر پور میں میرے شاگرد بھی رہے، رشتہ دور کا تھا، لیکن ابا اما کا مزاج جو صلہ رحمی اور تعلقات جوڑنے کا تھا، اس کی وجہ سے یہ دوری نسبی اعتبار سے تو تھی، لیکن دل آپس میں جڑے ہوتے تھے، کوئی خوشی وغمی کی تقریب ایسی نہیں ہوتی جس میں اماں کی پھوپھو اوران کے صاحب زادگان کی شرکت نہ ہوتی ہو، دلوں میں خلوص ہو تو دوریاں قربتوں میں بدلتی ہیں، ہمارے یہاں قربتیں ہی قربتیں تھیں، والدہ اپنی پھوپھو کو ہم عمری کی وجہ سے سکھی سہیلی کی طرح برتتی تھیں اوران دونوں کی مجلس لگتی تو خاندانی تاریخ کے کتنے اوراق الٹ جاتے اور کتنے ابواب کھل جاتے۔

میں نے مغل ماموں کو پہلی بار سدھولی میں ہی دیکھا، وہ مجھ سے محبت کرتے تھے، لیکن گھلتے ملتے بہت نہیں تھے، ان کے ملنے جُلنے میں ہمارے عالم ہونے کا پاس رہتا، جب وہ ملازمت کے سلسلے میں دبئی چلے گیے اور میرا آنا جانا کم وبیش ہفتہ دو ہفتہ کے لیے ہر سال ہونے لگا تو قیام کے لیے فیض ماما کا مکان جسے دبئی کی اصطلاح میں ''وِلا'' بولتے ہیں قیام گاہ بنتی رہی، جتنے دن بھی قیام ہوتا، فیض ماما کی سخاوت، فیاضی اور مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتا، بالکل گھر کا ماحول اور گھر کی سی سہولت، اس مدت کو ہمارے لیے آرام دہ بنانے میں یقیناً مغل ماموں کا بڑا ہاتھ تھا، انہیں میرے پہونچنے کی اطلاع ہوتی تو وہ اپنی مشغولیت میں میری خدمت کا بھی اضافہ کر لیتے، ضیافت میں روپے تو ماما کے ہی خرچ ہوتے، لیکن وہ دوران قیام میری ساری ضرورتوں کا اس طرح خیال رکھتے کہ کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوتی، میں کپڑے اور جوتے وغیرہ کے سلسلے میں کچھ لا اُبالی واقع ہوا ہوں، لیکن وہ دبئی کے دوران قیام اپنی خصوصی توجہ سے اس لا ابالی پن کو دور کرتے، کپڑوں کی صفائی سے لے کر جوتے تک کا دھیان رکھنا، انہیں کا حصہ تھا، کس وقت گھر سے نکلنا ہے، اس کا دھیان رکھتے ہوئے ناشتہ وغیرہ تیار کر دینا، دسترخوان پر لگا دینا اور کھلا کر ہی گھر سے نکلنے دینا ان کی توجہ سے ہی ہو پاتا تھا، رات ودن کے دوسرے اوقات میں ممانی کی شفقت بھی مجھے حاصل رہتی اور چلتے وقت بچھڑنے کا اس طرح غم ہوتا جیسے اپنا گھر چھوٹ رہا ہو، فیض ماما مختلف جگہ لانے، لے جانے ایرپورٹ چھوڑنے وغیرہ میں دلچسپی دکھاتے، اس طرح صرف رہائش ہی نہیں، سفر بھی آسان رہتا۔

حسب سابق امسال بھی ۲۵/مارچ سے ۵/اپریل ۲۰۱۹ء تک میں دبئی کے سفر پر رہا، قیام بھی حسب سابق فیض ماما کے یہاں رہا، اتفاق سے ماما، ممانی بھی وہاں موجود نہیں تھے، لڑکے تھے اور ایک خدمت گار محمد علی بھی موجود تھے، لیکن وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی، اس لیے مغل ماموں کی یاد اس کثرت سے آئی کہ میں کئی بار اپنے آنسو نہیں روک سکا، ان سطور کے لکھتے وقت بھی ان کی یاد دل ودماغ پر مسلط ہے، جب وہ زندہ تھے تو ان کی اہمیت کا احساس رشید احمد صدیقی کے ''کندن'' اور ''ایوب'' کی طرح نہیں ہوتا تھا کہ وہ میرے دبئی کے قیام میں کس طرح میری ضرورت بن گیے تھے، سچ کہا گیا ہے کہ نعمت کی قدر زوال نعمت کے بعد ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔ آمین۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

تذکرہ ابو المحاسن

✍ : مولانا رضوان احمد ندوی

برصغیر ہندو پاک کے مشہور فقیہ النفس عالم دین، قومی وملی درد رکھنے والے بے مثال قائد ورہنما، جمعیت علماء ہند کے معمار اول اور امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کے بانی حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ (۱۳۰۱ھ۔ ۱۳۹۵ھ) کی ہمہ جہت شخصیت دینی وعلمی بصیرت، سیاسی وفکری قیادت اور خدمات وکارناموں پر متعدد اکابر علماء کی وقیع اور گرانقدر تصانیف وتالیفات منظر عام پر آچکی ہیں، جس کی شہرت ومقبولیت ملک گیر ہوچکی ہے، اسی سلک کا ایک بیش بہا گوہر زیر تبصرہ کتاب ''تذکرہ ابوالمحاسن'' بھی ہے، جو اپنی نوعیت وجامعیت میں ایک منفرد تالیف بھی ہے اور اسکی نگارشات دستاویزی حیثیت بھی رکھتی ہیں، اس کا پس منظر یہ ہے کہ جمعیۃ علماء ہند نے صد سالہ تقریبات کی مناسبت سے اپنے دو اہم بانیان جمعیۃ حضرت مولانا محمد میاں دیوبندی اور حضرت مولانا ابو لمحاسن محمد سجادؒ کی متنوع صلاحیتوں اور گونا گوں کمالات وخصوصیات اور مجاہدانہ کارناموں پر ۱۵/دسمبر ۲۰۱۸ء کو دہلی میں ایک کامیاب سمینار منعقد کیا، جس کی متعدد نشستیں ہوئیں، ان نشستوں میں ملک کے ممتاز اہل قلم نے مولانا محمد میاں دیوبندی کی شخصیت پر ۳۶/مقالات پیش کئے اور حضرت مولانا محمد سجادؒ کے احوال وکوائف پر ۴۵/ نگارشات وتاثرات پڑھے گئے، ان مقالات کو جمعیۃ علماء ہند کی نگرانی میں ملک کے جواں سال عالم دین مولانا اختر امام عادل قاسمی کنوینز مولانا سجاد سمینار نے نہایت خوش سلیقگی کے ساتھ کتابی صورت میں مرتب کر دیا، تذکرہ ابوالمحاسن انہیں مقالات کا حسین گلدستہ ہے جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے، باب اول میں شخصی حالات اور خاندانی پس منظر پر ۵/مقالے شامل ہیں ان میں مولانا کے ہم وطن مولانا کفیل احمد ندوی (بہار شریف) کا مقالہ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد عہد اور خاندان دستاویزی حیثیت رکھتا ہے، میرے خیال میں اس سے پہلے اس پہلو پر اس سے زیادہ جامع تحریر نہیں شائع ہوئی ہے، دوسرے باب میں مولانا کی علمی خدمات اور مقام پر ۱۴/مقالات، تیسرے باب میں ملی وسیاسی خدمات، چوتھے باب میں افکار ونظریات اور پانچویں باب میں علماء ومشائخ کے تاثرات اور سمینار کی روئیداد شریک اشاعت ہے، ہر مقالہ جامع مستند اور تحقیقی نوعیت کا ہے، فاضل مرتب نے پیش گفتار میں صراحت کر دی ہے کہ اس مجموعہ کو محض پچھلی چیزوں کا اعادہ نہ تصور کیا جائے، بلکہ اس میں بہت سی نئی چیزیں بھی شامل ہیں جو پہلی بار تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں آئی ہے۔ (صفحہ ۹)

۶۸۸ صفحات کے اس مجموعہ کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے، اس سمینار کے لئے داعی نے ملک کے ہر خطہ اور ادارہ کی نمائندہ شخصیات کو مدعو کیا، جنہوں نے حضرت مولانا کی دینی، ملی وعلمی خدمات کا بھرپور اعتراف کیا، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی جیسے نابغہ روزگار محقق نے بہت ہی وضاحت کے ساتھ لکھا کہ جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل وتاسیس کے لئے سب سے پہلی آواز مولانا کی تھی اور مولانا جمعیۃ کے سب سے پہلے بانیان میں سے ہیں (صفحہ ۱۷۵) اکثر مقالہ نگاروں نے تاریخی شواہد اور دلائل کی بنیاد پر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ حضرت مولانا محمد سجادؒ جمعیۃ علماء ہند کے بانی تھے، لیکن جب کتاب کے شروع صفحہ پر جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی مولانا محمود اسعد مدنی کی تحریر اظہار تشکر پر نظر پڑی تو بڑی حیرت ہوئی کہ مولانا مدنی نے اس حقیقت کا بالکلیہ انکار کر دیا اور یہاں تک لکھ دیا کہ مقالات میں پیش کردہ آراء سے جمعیۃ علماء کا اتفاق ضروری نہیں، صرف دیانۃً ان کو باقی رکھا گیا ہے، بالخصوص بعض مقالہ نگار حضرات نے مولانا مرحوم کو جمعیۃ علماء ہند کا بانی لکھا ہے جو حقیقت واقعہ کے خلاف ہے (صفحہ ۶) مولانا مدنی کے تاثرات میں بحث وتمحیص کی بڑی گنجائش ہے، اگر کوئی شخص تاریخ کے کسی جزو کو اپنے نقطہ نظر کے قالب میں ڈھالتا ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے تاریخ کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے، تاریخی شواہد موجود ہیں جن سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد سجادؒ جمعیۃ علماء ہند کے معمار اول تھے، اس عہد کے ایک ممتاز شیخ طریقت، امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ محی الدینؒ نے بہت ہی واضح طور پر لکھا کہ جمعیۃ علماء ہند کے قیام کے لئے ہندوستان کے اکثر صوبوں میں سفر کر کے علماء میں اس کی تبلیغ کی اور لوگوں کو آمادہ کیا لیکن عمل کی طرف پہلا قدم مولانا کا تھا (حیات سجاد ۶۸) بہر حال، تبصرہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے کہ اس بحث کو مزید یہاں چھیڑا جائے، حقیقت یہی ہے کہ مولانا محمد سجادؒ جمعیۃ علماء ہند کے بھی بانی رہے ہیں اس خامی سے قطع نظر یہ کتاب مجموعی اعتبار سے لائق تحسین ہے، طباعت بھی عمدہ ہے اور کاغذ بھی دیدہ زیب حسن ودلکشی کے لحاظ سے کتب خانوں کی زینت بننے کے لائق ہے، البتہ کہیں کہیں پروف کی غلطیاں راہ پا گئی ہیں، جو بہت زیادہ قابل التفات نہیں ہیں، سیرت وسوانح سے خصوصی دلچسپی رکھنے والے اصحاب ذوق وفکر ونظر جمعیۃ علماء ہند نمبر ا، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی سے 650 روپے میں طلب کر سکتے ہیں۔

مودی کے پانچ سالہ دور اقتدار کا ایک سرسری جائزہ

عبداللہ فوزان

مودی حکومت کی پانچ سالہ میعاد ختم ہوچکی ہے، ایسے میں ضروری ہے کہ ہندوستانی عوام ان وعدوں اور ''اچھے دن'' لانے کے لئے جو منصوبے بنائے گئے تھے ان پر از سرنو غور کریں اور جائزہ لیں کہ جن بنیاد پر ہم سے ہمارا ووٹ مانگا گیا تھا اور ہم نے ان پر بھروسہ کرکے اپنا قیمتی ووٹ دیا تھا، کیا اس کی تکمیل اس میعاد میں ہوئی؟ کیا برسر اقتدار پارٹی نے اپنے وعدوں کا ۲۰؍فیصدی وعدہ بھی پورا کیا، یا نہیں؟

یاد کیجیے ۲۰۱۴ء کو جب ہر طرف ''ہر ہر مودی گھر گھر مودی'' کا نعرہ بلند تھا، ہندوستانی عوام ایک بہتر تبدیلی کا خواہاں تھے؛ کیوں کہ یہ مرکز میں ایک ''پارٹی'' سے اکتا چکی تھی اور اس کا بہتر بدل بھارتیہ جنتا پارٹی اپنے آپ کو پیش کررہی تھی۔ بی جے پی اور مودی کی تقریروں کے مطابق ہندوستان پوری دنیا میں ایک مثالی ملک بننے والا تھا۔ ہر طرف ایک جوش اور ولولہ کا ماحول تھا۔ بچوں سے بوڑھوں تک کی زبان پر ''مودی مودی'' کا لفظ رواں دواں تھا۔ ''کانگریس مکت بھارت'' کا نعرہ نہ صرف مقبول ہورہا تھا؛ بلکہ سچ ثابت ہونے لگا تھا؛ کیوں کہ ۲۰۱۴ء لوک سبھا انتخابات سے قبل مدھیہ پردیش، راجستھان اور چھتیس گڑھ کے ودھان سبھا انتخاب میں بی جے پی کے اس ''کانگریس مکت بھارت'' کے نعرے کے سبب بی جے پی کو مکمل اکثریت مل گئی تھی۔ لہذا عوام نے ان کو سنا، ان کے وعدوں پر آنکھ بند کرکے بھروسہ کیا اور امید کی کہ شاید ہندوستان بھی اب امریکہ، چین اور جاپان جیسے ممالک کے ساتھ ترقی کی صفوں میں کھڑا ہوجائے گا؛ کیونکہ ان سے وعدہ کیا گیا تھا کہ ''اچھے دن آنے والے ہیں''۔ اس ملک کے نوجوانوں کو اس بات کا یقین دلایا گیا تھا کہ آپ کو ہر سال دو کروڑ نوکریاں دی جائیں گی، غریب اور کسانوں کے حق کے لیے ان کے مفاد کی باتیں کی گئیں تھیں، ہندوستانی فوج کے شہداء کے ''ایک سر کے بدلے میں دشمن کے سوسر'' لانے کی بات کہی گئی تھی۔ لہذا عوام نے اپنا قیمتی ووٹ بی جے پی کو دے کر مکمل اکثریت کے ساتھ ملک کی باگ ڈور سونپ دی؛ لیکن دیکھتے دیکھتے حکومت کے پانچ سال بھی مکمل ہوگئے۔ تو وہ نوجوانوں جو ہر سال دو کروڑ نوکریوں کی آس میں بیٹھے تھے، انہیں کیا ملا؟ انہیں ملا پکوڑے تلنے کا روزگار......انہیں ملا کہ ''میں بھی چوکیدار''... انہیں ملا ''پاکستان مردہ باد کے نعرے''۔ اب ایک منٹ ذرا غور کریں کہ ان چیزوں سے عوام کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ کیا ان کی معیشت صحیح ہوئی؟ کیا مہنگائی کی شرح میں کمی واقع ہوئی؟ کیا لوگوں کو واقعی روزگار ملا؟ نہیں! بالکل نہیں! NSSO ڈاٹا کے مطابق ہندوستان میں پچھلے ۴۵؍سالوں میں بے روزگاری کی شرح میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا، جب کہ حکومت اپنی اکثر تقریروں میں روزگار دینے کا ڈھنڈورا پیٹتی رہی۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کس روزگار کو اپنے ڈاٹا میں شمار کررکھی ہے۔ (واللہ اعلم)

اب ذرا ان وعدوں کا جائزہ لیتے ہیں جن کی بنیاد پر یہ حکومت اقتدار میں آئی تھی۔ اور ملک کے اصلی صورت حال کا پتہ لگاتے ہیں کہ ان کے کیا حالات ہیں؟

بدعنوانی: ان پانچ سالہ دور حکومت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جو حکومت بدعنوانی اور کرپشن کو دور کرنے کی بات کرکے اقتدار میں آئی تھی، آج وہی رافیل کے گھوٹالے میں ملوث ہونے کی ملزم مانی جارہی ہے، اگر رافیل کے سودے بازی کی بات کی جائے تو یہی بات ظاہر ہے کہ جس جہاز کی قیمت ۲۰۱۴ء سے قبل ۶۵۲ کروڑ تھی، وہی جہاز ۲۰۱۶ء میں تقریبا ۱۶۰۰؍کروڑ میں حکومت خرید رہی ہے، جو کہ صاف صاف ایک بے ایمانی ہے۔

دھشت گردی: دہشت گردی کے واقعات میں جتنا اضافہ اس حکومت میں ہوا اتنا آج تک کسی حکومت میں نہیں ہوا۔ ۱۴؍فروری ۲۰۱۹ء انڈیا ٹوڈے میں چھپی خبر کے حوالے سے سال ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۸ء میں سرکاری ڈاٹا کے مطابق ۱۷۶؍فی صد دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ اور ہر مہینے جموں وکشمیر میں تقریبا ۱۱؍فوجی مارے گئے ہیں۔ انڈیا ٹوڈے کے مطابق ۲۰۱۴ء میں ۲۲۲ دہشت گردی کے واقعات ہوئے۔ ۲۰۱۵ء میں ۲۰۸، ۲۰۱۶ء میں ۳۲۲، ۲۰۱۷ء میں ۳۴۲، اور ۲۰۱۸ء میں سب سے زیادہ ۶۱۴؍دہشت گردی کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ اس ڈاٹا سے سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح دہشت گردی کی شرح میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے۔ جس سے حکومت اس محاذ پر بھی ناکام ہوگئی۔ مگر پھر بھی ہمارے وزیر اعظم اپنی تقریروں میں کہا کرتے ہیں کہ نوٹ بندی سے دہشت گردی اور دہشت گردوں کی کمر ٹوٹ گئی، واشنگٹن پوسٹ کے مطابق پچھلے تیس سالوں میں سب سے زیادہ ہندوستانی فوجیوں کی شہادت ہوئی ہے۔ اب وزیر اعظم کے ان دعووں کا بھی تجزیہ کرلیا جائے، جو یہ کہتے تھے کہ ہماری لڑائی کشمیر کے لئے ہے کشمیریوں سے نہیں ہے۔ وزیر اعظم صاحب یہ کیا کہ ۲۰۱۴ء سے ۲۰۱۸ء کے درمیان انڈیا ٹوڈے کے مطابق وادی میں ۸۱۳۱؍لوگ مار دیئے گئے ہیں جس میں ۱۳۸؍وہ معصوم کشمیری ہیں جو بالکل بے گناہ تھے، جو کہ کل اموات کا 10.49% ہوتا ہے۔ اس طرح ان اموات میں ۳۳۸ شہادت ہندوستانی افواج کی ہوئی، جن کے بدولت ہم اپنے چھت کے نیچے چین سے سوتے ہیں۔ یہ کل اموات کا 25% ہوتا ہے۔ باقی اموات میں دہشت گرد شامل ہیں جن سے ہمیں کوئی مطلب نہیں؛ لیکن ان دہشت گرد کے اموات کو پرے رکھ کر غور کریں کہ کیا یہ ۴۷۸؍جانیں ہمارے ملک کے لئے اتنی سستی اور بے قیمت ہیں کہ ان کی کوئی وقعت نہیں۔ کیا ان کے ماؤں کے پاس دل نہیں کہ جب یہ اپنے اپنے بچوں کی شہادت کی خبر سنتی ہوں تو وہ تو زندہ ہی مرجاتی ہوں گی۔ کیا ان کی ممتا نہیں تڑپتی ہوگی؟

کسانوں کی خود کشی: حکومت فقیری کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے آپ کو غریبوں کا مسیحا بنا کر پیش کرتی ہے۔ جو ہندوستان سے غربت کو دور کرنے کی بات کرتی ہے اسی حکومت میں سب سے زیادہ کسانوں نے خودکشی کی ہے۔ چاہے وہ مہاراشٹر کے کسان ہوں یا تمل ناڈو کے، چاہے وہ مدھیہ پردیش کے غریب کسان ہوں یا راجستھان، یوپی اور بہار کے ہر جگہ کے کسانوں نے حکومت سے مایوس ہوکر حکومت کو اپنی جان کا تحفہ دے دیا۔

ایک آنسو بھی حکومت کے لئے خطرہ ہے
تم نے دیکھا نہیں آنکھوں کا سمندر ہونا

میڈیا کی آزادی: میڈیا کو جمہوریت کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے، یہ عوامی مفاد اور عوام کی آواز کو برسر اقتدار پارٹی کے کانوں تک پہنچاتی ہے۔ سرکار کی غلط پالیسیوں کو منظر عام پر لاتی ہے؛ لیکن یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے، جب میڈیا ضمیر فروشی نہ کرے؛ بلکہ آزاد اور غیر جانبدار بن کر عوام کی آواز بن گئی ہو؛ لیکن اگر کوئی بے باک اور غیر جانب دار اینکر نے ان کے جھوٹ کا پردہ فاش کرنے کی جسارت کی تو اس کے مالکان پر پی ایم او آفس سے دباؤ ڈال کر اس اینکر کی چھٹی کردی گئی۔ آج جن حالات سے ہمارا ملک گزر رہا ہے وہ ہندوستانی جمہوریت کا سب سے سیاہ دور ہے۔ تاریخ اپنے اوراق پہ ہمارا یہ حال لکھے گی کہ جب پوری دنیا ٹکنالوجی کے میدان میں نئے نئے ایجادات کررہی تھی، تب ہم آپس میں نفرتوں کے بیج بورہے تھے۔ تاریخ یہ بھی اپنے صفحات میں درج کرے گی کہ جب دوسری ملکیں قومیت کے نام پر متحد ہورہی تھیں، ہم گائے کے تحفظ کے نام پر اپنے ہی ملک کے باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔

سرکاری ایجنسیاں: اس پانچ سالہ دور اقتدار میں ان سرکارے ایجنسیوں کی طرف توجہ فرمالیں جو مرکزی حکومت کے ماتحت ہوتے بھی دستور ہند میں جمہوری اور آزاد ہیں، راکیش استھانہ اور آلوک ورما کا معاملہ یاد ہی ہوگا، وہ ایجنسی جس پر لوگ آنکھ بند کرکے یہ مانگ کرتے تھے کہ ہماری جانچ سی بی آئی سے کرائی جائے، اسی شعبے کے دو سینئر افسران ایک دوسرے پر رشوت اور چوری کا الزام لگا رہے ہیں، اس طرح وہ تمام ایجنسیاں چاہے وہ EC ہو، یا ED، سب پر سرکار نے دباؤ ڈال کر اپنا کٹھ پتلی بنالیا اور اپنے من مانی طریقے سے اپنے مطابق کام کام کروایا۔ ان اداروں کی آزادی پر قدغن لگا کر ان کی آزادی سلب کرلی۔ انہیں جانبداری سے کام کرنے پر مجبور کرکے ان کی غیر جانبداری کو چھین لیا۔ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں ایک واقعہ جنوری ۲۰۱۸ء اس وقت ہوا جب عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) کے چار سینئر جج کو باہر آکر یہ کہنا پڑا کہ ''سپریم کورٹ میں جو کچھ ہورہا ہے وہ صحیح نہیں ہورہا ہے''، ''جمہوریت خطرے میں ہے''، ''سپریم کورٹ کو کام کرنے نہیں دیا جارہا ہے'' یہ سب وہ لوگ کہہ رہے تھے جو دوسروں کو انصاف دیتے ہیں، جو مظلوموں کی آہ وبکا سنتے ہیں۔ سلام! ان جج صاحبان کو جنہوں نے ایسے موقع پر صدائے احتجاج بلند کی۔ انہوں نے خود کہا کہ ایسا ہم اس لیے کہہ رہے ہیں؛ تاکہ آنے والی نسلیں ہمیں معاف کرسکیں کہ جو کچھ ہوا ہم اس میں شریک نہیں تھے۔

دلتوں و اقلیتوں میں خوف و ہراس: یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس حکومت کے آتے ہی ہندوستان میں جگہ جگہ مشتعل ہجوم کے حملوں کی بات آنے لگی۔ جو ایک خاص ذات اور مذہب کے لوگوں کو نشانہ بناتے اور موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ جو گائے کے تحفظ کے نام پر انسانوں کی جان لے لیتے ہیں۔ دادری، راجستھان وغیرہ کے واقعات کو یاد کریں کہ کس طرح سے بھیڑ نے اقلیتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان واقعات میں بھگوا دہشت گردوں نے لوگوں کو پیٹا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر قانون کا مذاق بنا ڈالا۔ یہ ایسے دہشت گرد ہیں جن کو حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے بھیڑ کے نام پر کسی مجرم کو کیفر کردا تک نہیں پہنچایا جاتا اور انصاف خود انصاف پانے کے لئے در در کی ٹھوکریں کھاتی رہتی ہے۔

الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسائل جو ملک ومعاشرے کی ترقی کے لئے سازگار اور مددگار تھے حکومت نے ان مسائل کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنے اقتدار کی روٹی سینکتی رہی۔ وہ اپنے حکومتی ناکامی کو پاکستان، مسلمان اور نہرو کے سر پھوڑتی رہی؛ مگر ہندوستان کے معصوم عوام ان کے مکارانہ اور دوغلے چہروں کی شناخت نہ کرسکی۔ آج بھی یہ لوگ ''میں بھی چوکیدار'' کے تحت حکومت کی ناکامی کو بھلا کر ان کے لئے پھر سے کام کرنے لگے ہیں، حالانکہ اگر یہی لوگ جو ''میں بھی چوکیدار'' میں شامل ہوئے ہیں اور نعرہ بلند کررہے ہیں، اگر اپنے اور اپنے خاندان کی معیشت، روزگار، صحت کے لیے اسپتال، بچوں کی اچھی تعلیم کے لیے سستے اسکول اور کالجس وغیرہ مسئلوں پر غور کریں تو یہ بھی اس حکوت سے متنفر ہوجائیں گے اور پھر اس ظالم اور جھوٹی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں کے لیے عزم مصمم کرلیں مختصر یہ کہ جب بھی ہم غیر جانبدار ہوکر اور اپنے ذہن و دماغ کو کھول کر حکومت کے کام کاج کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے ہاتھ میں مایوسی کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا، حکومت ہر محاذ پر ناکام اور اپنی پالیسی پر فلاپ نظر آتی ہے۔ چاہے وہ نوٹ بندی (DEMONITIZATION) ہو یا جی ایس ٹی (G.S.T.) سبھی کی ناکامی منظر عام پر آچکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ان ''کامیابیوں'' کا ذکر تقریروں سے غائب کردیئے گئے ہیں۔ روزگار کا مسئلہ آتے ہی اپنا دامن جھاڑ کر اور نظریں چرا کر راہ فرار اختیار کرلئے جاتے ہیں۔ الیکشن مرحلہ وار جاری ہے، جس کی وجہ سے ملک بھر میں ریلیوں اور سیاسی تقریروں کا دور شروع ہے، وزیر اعظم اور بی جے پی کے تمام اراکین اپنی تقریروں میں حزب مخالف کو اپنی تمام ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ لیکن یہ کیا کہ جس حکومت کے پاس ایوان میں مکمل اکثریت تھی وہ مٹھی بھر حزب مخالف کے سامنے اتنی لاچار ہوگئی کہ پانچ سالوں تک عوامی مفاد کے لئے کوئی کام ہی نہ کرسکی۔ نہیں! بلکہ معاملہ کچھ مختلف ہے۔

اس وجہ سے ہندوستانی عوام کو اس بار بہت غور وخوض کرکے اپنا قیمتی ووٹ دینا ہوگا۔ تاکہ عنان حکومت کسی نااہل اور جملے بازی میں ماہر کسی پارٹی کے ہاتھوں نہ چلی جائے اور پھر اگلے پچاس سالوں تک انتخابات ہی نہ ہوں جیسا کہ خود بی جے پی صدر نے دعویٰ کیا ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ان جھوٹے چہروں کی شناخت کریں جو اپنا اصلی چہرہ انتخاب کے بعد منظر عام پر لاتے ہیں، ایسے ہی چہروں کے بارے میں ندا فاضلی نے کہا تھا:

ہر آدمی میں ہوتے ہیں دس بیس آدمی
جس کو بھی دیکھنا ہو کئی بار دیکھنا

لہذا بہت ہی غور وفکر، بہتر اور منظّم منصوبہ بندی کے ساتھ عوام کو فیصلہ کرنا ہوگا۔

گھر واپسی ضروری ہے، ورنہ......

مولانا محمد احمد سجادی کارکن امارت شرعیہ

لاکھوں اندھیرے دل ایسے ہیں جنھیں نور ہدایت کی شدید ضرورت ہے، مگر نور کی کرن دل کے اسی دریچے پر دستک دیتی ہے جس میں روشنی کے دیدار کی تڑپ، تیرگی میں بتائے ہوئے ایام پر افسوس اور اس ظلمت کو ختم کرنے کی فکر ہو، کیونکہ انسان زندگی کی ڈگر کے ایسے دوراہے پر کھڑا ہے، جہاں سے اسے صحیح اور غلط راستہ کو پرکھنے کیلئے نقل (اسلام کی وہ باتیں جو اللہ اور اسکے رسولوں سے منقول ہیں) وعقل کا سہارا لینا پڑتا ہے، انسان نقل کا سہارا اس طرح لیتا ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے احکامات کو دیکھتا ہے، اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی باتوں کو سنتا ہے، پھر عقل کے سہارے انکی باتوں پر غور وفکر کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر کی باتیں فطرت کے عین مطابق ہوا کرتی ہیں، اسلئے وہ اسے تسلیم کئے بغیر نہیں رکتا، پھر وہ اپنے لئے جنت کا سفر طئے کرتا ہوا دار فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے، مگر انسانوں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو نقل کو پرے رکھ کر ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر جانچتے ہیں، بسا اوقات وہ محض عقل کا سہارا لیکر راہ حق کو پا بھی لیتے ہیں، پھر انکی بھی زندگی نقل وعقل کے درمیان گردش کرنے لگتی ہے، مگر اکثر محض عقل کا سہارا لینے والے ہدایت کی روشنی سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں، پھر یا تو وہ ملحد (ناستک) بن جاتے ہیں یا پھر مشرک ہو جاتے ہیں، آج دنیا کی دو تہائی آبادی بشمول مسلمان کے کسی نہ کسی کو اپنا خالق اور رب مانتی ہے اور مسلمانوں کو چھوڑ کر اکثر لوگ ملحدانہ طریقہ چھوڑ کر مشرکانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ غیر سرکاری تنظیم ''گیلب انٹرنیشنل'' کے سروے رپورٹ کے مطابق دنیا کے سات ملکوں میں ملحدین کی اکثریت ہے، جن میں سے پہلا نمبر ''چین'' کا آتا ہے جہاں ۹۰ر فیصد آبادی ملحدین کی ہے دوسرے نمبر پر ''سوڈان'' آتا ہے جہاں ۷۶ فیصدی لوگ ملحدین ہیں، تیسرے نمبر پر ''چیک ریپبلک'' ملک کا نام آتا ہے جہاں ۳۰ سے ۷۵ فیصدی آبادی نظریۂ الحادر کھنے والوں کی ہے، چوتھے نمبر پر ''برٹین'' کا نام لیا جاتا ہے جہاں ۶۶ فیصدی لوگ انکار خدا میں لگے ہوئے ہیں، پانچویں نمبر پر ''ہانگ کانگ'' آتا ہے جہاں ۴۳ سے ۶۲ فیصدی لوگ ملحد ہیں، چھٹے نمبر پر ''جاپان'' آتا ہے جہاں ۳۱ر سے ۶۲ر فیصدی لوگوں کا شمار ملحدین میں ہوتا ہے اور ساتویں نمبر پر ''جرمنی'' کا نام آتا ہے جہاں ۵۹ر فیصد لوگ کفر جیسے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ان ملکوں کے علاوہ جہاں ملحدین پائے جاتے ہیں وہاں انکی تعداد دوسروں کے بالمقابل آٹے میں نمک کے برابر ہے، رہ گئے مشرکین تو اس گروہ میں جہاں ہندو مذہب کے ماننے والے شامل ہیں وہیں اس میں آج کے یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب باطلہ کو ماننے والے بھی شامل ہیں، یہود نے اللہ کی ذات کے ساتھ شرک کرتے ہوئے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیدیا، گویا عزیر علیہ السلام کو اللہ کے مرتبہ میں لاکر کھڑا کر دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیکر ذات الٰہی میں شرکت کرنے کی گستاخی کی مزید یہ کہ وہ ثالث ثلاثہ (معاذ اللہ تین خدا ملکر ایک خدا ہے) کے قائل ہوکر شرک میں یہود سے ایک قدم آگے بڑھ گئے۔

قوم یہود کی بت پرستی :۔ یہ وہ قوم ہے جو موجودہ مذاہب میں سب سے قدیم مانی جاتی ہے، جن کی تشکیل ابتداء احضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی، یہ شروعات میں توحید خالص کا پیکر تھی اور نہ صرف یہ کہ ماقبل ہی میں خود کو تمام مذاہب سے افضل سمجھتی تھی، بلکہ آج بھی سمجھتی ہے، مگر گذرتے وقت کے ساتھ ساتھ انکے عقائد میں تبدیلیاں آتی گئیں اور دھیرے دھیرے ان میں بت پرستی کا تصور جاگنے لگا، انکے شرک کی شروعات قبر پرستی سے ہوئی، یہ اپنے آباء واجداد کی قبر پرستی کیا کرتے تھے اور چونکہ یہ خانہ بدوش قوم مانی جاتی تھی، کسی ایک جگہ انکا ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا، اسلئے قبر پرستی میں انہیں پریشانی ہونے لگی، چنانچہ یہ لوگ اپنے آباء واجداد کی قبر پرستی چھوڑ کر ان کا بت بنانے میں لگ گئے، پھر انہوں نے ان بتوں کو دیوتاؤوں کا نام دیکر ہر خاندان کے لئے ایک ایک دیوتا خاص کرلیا، اس طرح ہر خاندان کے الگ الگ دیوی دیوتا ہوگئے جسکی وہ عبادت کیا کرتے تھے اور گائے پرستی کی شہادت تو خود قرآن میں موجود ہے، انکے خاندانی اور قومی دیوتاؤوں میں ''بعل، مولک، الشدوائی اور یہوداہ (حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے) کا نام بطور خاص مذکور ہے (یہودیت، عیسائیت اور اسلام ۴۵ تا ۵۵)

عیسائیت بت پرستی کے آئینہ میں :۔ عیسائیت بھی دراصل مذہب ابراہیمی کی ایک شاخ ہے اور ابتداء میں عیسائیت یہودیت کا ایک حصہ تھی، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دیگر انبیاء بنی اسرائیل کی طرح بنی اسرائیل ہی میں نبی بناکر بھیجے گئے تھے، مگر قوم یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی اور ان سے شدت کے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ کیا، حتیٰ کہ انکی دعوت پر لبیک کہنا تو دور وہ انکی زندگی چھیننے کے درپئے ہوگئے اور اپنے گمان کے مطابق انہیں سولی بھی دیدی پھر یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں پر ظلم وستم کی بجلیاں گرانے لگے، تو اس کے بعد سے ہی عیسائیت یہودیت سے مختلف نظر آنے لگی اور دنیا نے ان دونوں کو الگ الگ مذہب تسلیم کرلیا۔ خیر یہ ہلکی سی جھلک تھی عیسائی اور یہودی کے باہمی مذہبی تعلق کی۔ لیکن اگر ہم بات کریں عیسائی حضرات کے عقائد کی تو یہ حضرات بھی ابتداء میں اللہ کی وحدانیت کا یقین رکھتے تھے، کیونکہ قرآن کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اسی کی تعلیم دی تھی، چنانچہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول مذکور ہے کہ اللہ میرا اور تمہارا رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، (سورہ مریم: ۳۶) انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسی طرح کی تعلیم ملتی ہے، انجیل متیٰ میں لکھا ہے کہ جب ابلیس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا: کہ ''تو اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر'' (انجیل متیٰ: باب ۴ آیت ۱۰ و ۱۱) اسی طرح انجیل مرقس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا: اے بنی اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے اور تو خداوند سے اپنے دل وجان اور اپنی پوری عقل وطاقت سے محبت رکھ'' (انجیل مرقس: باب ۱۲، آیت ۲۸ تا ۳۲) کافی دنوں تک عیسائیوں میں توحید ہی کا عقیدہ تھا، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب قدیم عیسائیت کی شکل مسخ کر کے ''سنیٹ پال یا پولوس رسول'' نامی ایک یہودی نے موجودہ عیسائیت کی بنیاد رکھی، یہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن تھا، مگر وہ اپنی دشمنی چھپا کر اچانک نمودار ہوا اور کشف والہام کا دعویٰ کر کے حضرت مسیح کا فرستادہ بن بیٹھا، بعد ازیں اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کو مشرک اقوام یونانیوں، رومیوں اور دیگر بنی اسرائیلی عوام میں مقبول بنانے کی خاطر اس کا حلیہ اس طرح بگاڑ دیا کہ جو قوم خدائے واحد کی پرستار تھی اسے عقیدۂ تثلیث کے مایا جال میں پھنسا کر تین خداؤوں کے مجموعہ کو ایک خدا ہونے کا قائل بنادیا اور اسے سمجھایا اس طرح کہ خدا کی ذات کا نام ہم نے باپ رکھا اور خدا کی صفت کلام اور علم کا نام ہم نے بیٹا رکھا اور خدا کی صفت حیات اور محبت کا نام ہم نے روح القدس رکھا، تو یہ تین نام ایک ہی خدا کے ہوئے (یہودیت، عیسائیت اور اسلام)۔ مگر حقیقت میں یہ صرف انکے منہ کی باتیں تھیں جو اس نے کہا، کیونکہ اگر بات صرف نام کی ہوتی تو کوئی حرج نہ ہوتا، یہاں تو بات ان میں سے ہر ایک کو مستقل خدا ماننے کی بھی ہے کہ ہر ایک اپنی جگہ پر مستقل خدا بھی ہے۔ پھر اخیر کے دو خدا یعنی بیٹا اور روح القدس پہلے خدا یعنی باپ کے تابع ہوکر مجموعی طور پر ایک خدا ہے۔ یہ ایسا فلسفہ ہے کہ جیسے آج تک نہ تو کوئی صحیح طریقہ سے سمجھ سکا اور نہ کوئی سمجھا سکا اور آج حال یہ ہے کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (بزعم خود) سولی دی ہوئی شکل کی مورت بنا کر اس کی پوجا کرنے لگے ہیں تو یہ بھی مشرک ہوئے۔

عرب قوم کی بت پرستی :۔ عرب قوم ابتداء میں دین ابراہیمی پر قائم تھی، وحدانیت کا تصور، رسالت پر یقین اور آخرت پر ایمان انکے بنیادی فرائض میں شامل تھا۔ دین پر عمل کرنے اور معاشرتی نظام کو درست رکھنے میں یہ لوگ اپنے رسولوں کے پیروکار تھے، ظاہری وباطنی ہر طرح کی بھلائی ان میں موجود تھی، مگر جہالت، خانہ بدوشی، بے سروسامانی اور لمبے زمانے تک انبیائے کرام کے عرب میں مبعوث نہ ہونے کی وجہ سے ان کے پاس دین ابراہیمی کا جو بقیہ حصہ رہ گیا تھا، وہ بھی بگڑ چکا تھا، اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ بتوں کی پوجا اور انکی عزت کرنے میں لگ گئے، پھر خانہ کعبہ میں بت رکھے گئے ان کا خیال یہ تھا کہ یہ بت اللہ سے قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ خود قرآن میں ارشاد ربانی ہے ''ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ یہ بت ہمیں اللہ سے قریب کردیں (الزمر: ۳) عربوں کی بڑی تعداد اس قسم کی بت پرستی میں ملوث تھی اور اس کو مذہب کا نام دیکر اس پر عمل پیرا تھی چنانچہ یہ قوم شرک وبت پرستی کی شہرت کا سہرا اپنے سروں پر لیکر گھومتی رہی، نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرستی میں سب سے پہلا مقام عربوں نے حاصل کیا۔

ہندوستان میں بت پرستی کی ابتداء :۔ ہمارے ملک ہندوستان میں ''حام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے ''ہند'' کی اولاد بستی ہیں، چونکہ ہند بن حام بن نوح نے ہندوستان میں بسنے سے پہلے اللہ کی عبادت اور اسکی اطاعت گذارشی کرتے ہوئے اپنے اسلاف کو دیکھا تھا، اس لئے انکی اولاد بھی نسل درنسل اسی طریقۂ عبادت کی پیروی کرتی رہی۔ ایک عرصہ کے بعد راجہ ''سورج'' کے زمانہ میں ایک شخص ایران سے ہندوستان آیا، جس نے اہل ہند کو آفتاب پرستی کی تعلیم دی، اسکی اس تعلیم کا رواج اس قدر زور پکڑا کہ بعض ستارہ پرست لوگ بھی سورج اور آگ کی پرستش کرنے لگے۔ لیکن اس کے بعد ایک برہمن ''چہار کھنڈ کے'' کوہستان سے ہندوستان کے راجہ ''سورج'' کی خدمت میں پہنچا، یہ علم سحر میں مہارت رکھتا تھا، اس نے راجہ سورج کو اس بات کا یقین دلایا کہ جو شخص اپنے بزرگوں کی تصویر سونے، چاندی یا پتھر کی بناکر اس کی پرستش کرتا ہے وہ راہ راست پر ہے۔ چنانچہ راجہ سمیت سارے لوگوں نے اپنے مردہ اسلاف کی تصویریں بنا کر ان کی پرستش شروع کردی اور بت پرستی کے آغاز سے آفتاب پرستی اور ستارہ پرستی کی فضا کم ہوگئی۔ چنانچہ بت پرستوں کے ۹۰ر گروہ ہندوستان میں پیدا ہوگئے''۔ (تاریخ فرشتہ: جلد ۱ صفحہ ۴۲)

الغرض مذکورہ بالا باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیائے انسانیت کی ابتداء ایمان باللہ سے ہوئی، مگر جہالت اور شیطانی وساوس نے انسانوں کو کفر باللہ پر آمادہ کردیا، اب اس وقت دنیا کی آبادی سات ارب سے زائد ہے، جس میں صرف مسلمانوں کی آبادی ۲۰۱۰ء تک کی سروے رپورٹ کے مطابق ایک ارب ساٹھ کروڑ ہے، گویا غیر مسلمین کی آبادی پانچ ارب چالیس کروڑ سے زیادہ ہوئی اور پوری دنیا کو معلوم ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور مسلمان اس مذہب حق کے ماننے والے ہیں، اس لئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ۵ر ارب ۴۰ر کروڑ مسلمانوں کی آبادی ہوتی اور ڈیڑھ ارب غیر مسلمین کی بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ پوری دنیا میں صرف مسلمان ہی ہوتے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے، کیونکہ آج مسلمانوں نے اپنا دائرہ محدود کرلیا ہے، ان کے روزمرہ ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ جو دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ان کو سونپی گئی تھی، اسے یہ بھلا بیٹھے ہیں، جبکہ ساری امت دعوت (غیر مسلمین) کیلئے ذریعہ ہدایت بننے کی ذمہ داری امت اجابت (مسلمان) کے کاندھوں پر ہے، مگر آج مسلمانوں کی غفلت کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہدایت کی ضرورت غیروں کے مقابلہ میں انہیں زیادہ ہے، غفلت کا عالم یہ ہے کہ مسلمان اپنے وجود کے تحفظ کیلئے بھی حرکت میں آنے کو تیار نہیں، غیروں کے سامنے اسلام کا تعارف کرانے کی اور اسلام کے تئیں لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور اگر ہمت ہوتی بھی ہے تو ایک ڈر ستاتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں اسلام کی بات سن کر لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے، جبکہ قرآن اسی ڈر کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے (جو لوگ حق بیانی سے کام لیتے ہیں ان کے دلوں میں) ''شیطان اپنے ہمنشینوں کا ڈر پیدا کر دیتا ہے، لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اگر تم پکّے مؤمن ہو''۔ (آل عمران: ۱۷۵) اور جہاں تک جان کی فکر کی بات ہے تو خود اللہ تعالیٰ نے اسلام کا پرچم بلند کرنے والوں کی حفاظت کا وعدہ لے رکھا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے: ''اے رسول ﷺ آپ اپنے رب کی طرف سے نازل کردہ دین کی تبلیغ کرتے رہئیے اور اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو جان لیجئے کہ آپ نے رسالت کا حق ادا نہ کیا اور (ڈریئے مت) اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ (المائدہ: ۶۷)

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے چند صحابہ ہر وقت حضور ﷺ کی حفاظت میں لگے رہتے تھے، مگر جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنا حفاظتی دستہ خود سے ہٹا لیا (معارف القرآن مفتی محمد شفیع)۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دین اسلام کی سربلندی کیلئے اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کا وعدہ کرسکتا ہے تو مسلمان تو آپ ﷺ کے امتی ہیں، کیا اللہ تعالیٰ انکی حفاظت نہیں کریگا؟ (بقیہ صفحہ ۸ر پر)

رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ کی خستہ حالت

چیتن چوہان (روزنامہ ہندوستان ٹائمز) ترجمہ و تلخیص : سید محمد عادل فریدی

۲۰۰۵ء میں حکومت نے رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ بنایا تاکہ حکومت اور اس سے متعلق محکموں کے کاموں میں شفافیت لائی جاسکے اور جمہوری ملک میں عوام اپنی منتخب کردہ حکومت اور اس کے کارندوں سے ان کے کاموں کے بارے میں سوالات کرسکے۔ رائٹ ٹو انفارمیشن قانون کے تحت حکومت اور اس سے متعلق تمام اداروں کے لیے سوالات کے جواب دینا لازمی ہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ حکومت اور اس کے ادارے آر ٹی آئی کے ذریعہ پوچھے گئے سوالوں کا جواب دینے میں کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ اس کے بجائے آر ٹی آئی کے تحت حکومتی اداروں سے سوال کرنے والوں کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے، ان پر حملے کیے جاتے ہیں، انہیں سوالات کرنے سے باز رہنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے، یہاں تک کے اب تک سیکڑوں آر ٹی آئی کارکنوں کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑ چکا ہے۔ اعداد وشمار کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک میں آر ٹی آئی قانون کی حالت بہت ہی خستہ ہے، اور دھیرے دھیرے یہ قانون مرتا جارہا ہے۔ آر ٹی آئی کارکنوں کا کہنا ہے کہ یہ رجحان جمہوریت کے لیے اچھا نہیں ہے، اس طرح سے عوام کا بھروسہ اپنی منتخب کردہ حکومت اور اس کے اداروں سے اٹھتا چلا جائے گا، اور دھیرے دھیرے یہ ملک تاناشاہی کی طرف گامزن ہوجائے گا۔

اعداد وشمار جمع کرنے والے ادارے سنٹرل انفارمیشن کمیشن (سی آئی سی) نے مارچ ۲۰۱۸ء میں اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ ۲۰۰۵ء میں آر ٹی آئی قانون بننے کے بعد سے پہلی بار آر ٹی آئی کے تحت دائر کی گئی درخواستوں کی تعداد میں کمی دیکھی گئی ہے۔ ۲۰۱۵ء۔۲۰۱۶ء کے مقابلہ میں ۲۰۱۶ء۔۲۰۱۷ء میں آر ٹی آئی کے تحت کیے جانے والے سوالوں میں ۶/ فیصد کی کمی ہوئی ہے، اس سال آر ٹی آئی کے تحت حکومت کے ۱۹۵۰/ شعبوں سے متعلق درخواستیں دائر ہوئیں۔ جن میں سب سے زیادہ درخواستیں حکومت مہاراشٹر اور کرناٹک سے متعلق تھیں۔ سابق سنٹرل انفارمیشن کمشنر شیلیش گاندھی کہتے ہیں کہ یہ رجحان باعث تشویش ہے، اس لیے کہ اب لوگوں کو لگنے لگا ہے کہ حکومت اور اس کے اداروں سے کسی سوال کا جواب حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہے، اس لیے اب لوگوں کی سوال کرنے میں دلچسپی کم ہونے لگی ہے۔ لوگوں کی دلچسپی کم ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں، سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ زیادہ تر معاملوں میں انفارمیشن آفیسر یا تو جواب ہی نہیں دیتا یا ادھوری اور نامکمل معلومات فراہم کرتا ہے۔ مرکزی حکومت کے ایک اہم محکمہ کے انفارمیشن آفیسر نے بتایا کہ شروع شروع میں وہ ڈرتے تھے اور آر ٹی آئی کے تحت پوچھے گئے سوالوں کے جواب دیتے تھے، لیکن بعد میں انہوں نے محسوس کیا کہ جواب نہ دینے والے افسروں کے خلاف کارروائی کرنا آسان نہیں ہے، اس لیے اب انہوں نے آر ٹی آئی کی درخواستوں پر توجہ دینے میں دلچسپی لینا چھوڑ دیا ہے۔

اس کے لیے درخواست گذار کو سب سے پہلے اسی محکمہ کے سینئر افسر کو اس افسر کے خلاف درخواست دینی ہوگی، جس نے آر ٹی آئی کا جواب نہیں دیا ہے، اس کے بعد اگر وہ سینئر افسر اس درخواست کو قبول کرے گا تو پھر دوسری درخواست انفارمیشن کمیشن کو دی جائے گی۔ آر ٹی آئی کا استعمال کرنے والوں کا کہنا ہے کہ انفارمیشن کمیشن کی کارروائی میں اوسطاً دو سے پانچ سال لگ جاتے ہیں، اتنے دنوں میں تو انفارمیشن آفیسر کا تبادلہ ہی ہوجاتا ہے، اس طرح وہ شکایت ٹھنڈے بستے میں چلی جاتی ہے۔

سی آئی سی اور دیگر انفارمیشن کمیشن کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ حالیہ سالوں میں آر ٹی آئی کا جواب نہ دینے یا غلط اور نامکمل معلومات فراہم کرنے والے افسروں کے خلاف کارروائی کرنے اور ان کو سزا دینے کے معاملہ میں بھی بہت کمی آئی ہے۔ کامن ویلتھ ہیومن رائٹس انیشی ایٹو (CHRI) کے پروگرام کوآرڈینیٹر وینکٹیش نائک کہتے ہیں کہ ہمارے تجزیہ کاروں نے بتایا ہے کہ صرف ۴/ فیصد شکایتوں پر ہی کارروائی ہو پاتی ہے اور لاپرواہی دکھانے والے افسر پر جرمانہ ہوتا ہے۔ ۲۰۱۶ء۔۲۰۱۷ء تک کمیشن میں کل ایک کرور انتیس لاکھ روپئے جرمانے کے طور پر افسران سے وصولے گئے ہیں۔

دوسری وجہ آر ٹی آئی کی درخواستوں میں کمی کی یہ ہے کہ آر ٹی آئی کی حفاظت کے لیے جو کمیشن بنائے گئے ہیں، ان میں پینڈنگ کیسوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کمشنر کے بہت سے عہدے لمبے وقت سے خالی پڑے ہوئے ہیں، جن پر تقرری ہی نہیں ہورہی ہے، اس وجہ سے بھی لوگوں کی دلچسپی آر ٹی آئی سے کم ہونے لگی ہے۔ ایس آئی سی (سنٹرل انفارمیشن کمشنر) کے عہدوں پر بحالی میں بہت زیادہ سیاست ہونے لگی ہے، عام طور پر ان عہدوں پر رٹائر بیوروکریٹ کی تقرری کی جاتی ہے۔ تازہ مثال کیرالا کی ہے جہاں صرف ایک چیف انفارمیشن کمشنر موجود ہے۔

گورنر اور سابق چیف جسٹس آف انڈیا پی ست شوم انفارمیشن کمشنر کے عہدے پر تقرری کی درخواستوں کو دوبار لوٹا چکے ہیں، اس لیے کہ حکومت کی طرف سے تجویز کیے گئے ناموں کے خلاف شکایتیں موجود تھیں۔

مارچ ۲۰۱۸ء میں سی ایچ آر آئی کے ذریعہ کئے گئے تجزیہ کے مطابق سنٹرل انفارمیشن کمشنر کے ایک تہائی عہدے ابھی خالی پڑے ہوئے ہیں۔ اسی رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسٹیٹ انفارمیشن کمیشن میں بھی انفارمیشن کمشنر کے پچیس فیصد عہدے خالی ہیں۔ آندھرا پردیش میں ۲۰۱۴ء سے جب سے تیلنگانہ کو الگ ریاست کا درجہ حاصل ہوا ہے کوئی انفارمیشن کمشنر نہیں ہے۔ گجرات انفارمیشن کمیشن میں گذشتہ جنوری سے کوئی انفارمیشن کمشنر نہیں ہے، ناگالینڈ میں پچھلے اکتوبر سے کوئی انفارمیشن کمشنر موجود نہیں ہے۔ ہریانہ، پنجاب، کرناٹک اور اترپردیش کے انفارمیشن کمیشن میں بھی بیشتر عہدے خالی پڑے ہوئے ہیں۔

نیشنل کمپین فار پیپل رائٹ ٹو انفارمیشن (NCPRI) کے انجلی بھاردواج نے بتایا کہ زیادہ تر کیسوں کو قانونی جواز فراہم کرنے کے بجائے صرف ایک جملہ کے حکم کے ساتھ خارج کردیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بشمول سنٹرل انفارمیشن کمیشن کے ۲۳/ انفارمیشن کمیشنوں میں دو لاکھ سے زیادہ شکایتیں نومبر ۲۰۱۷ء تک پینڈنگ تھیں۔ این سی پی آر آئی کی رپورٹ کہتی ہے کہ اگر شکایتوں کو نپٹانے کی یہی رفتار رہی تو مغربی بنگال انفارمیشن کمیشن کو تمام شکایتوں پر فیصلہ کرنے میں ۴۳/ سال لگ جائیں گے، کیرالا کو ساڑھے چھ سال اور مہاراشٹر کو پانچ سال لگ جائیں گے۔ رپورٹ کے مطابق ابھی ۲۰۱۸ء میں سنٹرل انفارمیشن کمیشن ۲۰۱۶ء میں دائر اپیلوں کی ہی سماعت کررہا ہے، جب کہ پینڈنگ کیسوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔

نوئیڈا کے رہنے والے ایک آر ٹی آئی کارکن کا کہنا ہے کہ میری اپیل سنٹرل انفارمیشن کمیشن میں بہت ہی اہم پالیسی میٹر پر پینڈنگ ہے اور ابھی تک انہوں نے اس کو سماعت کی فہرست میں بھی نہیں ڈالا ہے۔

سابق ڈفینس سکریٹری اور موجودہ چیف انفارمیشن کمشنر آر کے ماتھر ایک میسج تک کا جواب دینا گوارہ نہیں کرتے ہیں۔ سی آئی سی کے جوائنٹ سکریٹری انل گہلوت نے ایک ای میل کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ پچھلے ایک سال میں پینڈنگ کیسوں کی تعداد میں کمی آئی ہے۔۔ جہاں ۲۰۱۶ء۔۲۰۱۷ء میں ۲۶۴۴۹/ کیس پینڈنگ تھے وہیں ۲۰۱۷ء۔۲۰۱۸ء میں وہ گھٹ کر ۲۳۲۵۹/ رہ گئے ہیں۔ لیکن ان کے ذریعہ پیش کیے گئے یہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ اس درمیان کیسوں کو رجسٹریشن کرنے کی تعداد میں بھی بھاری گراوٹ آئی ہے۔ تاہم اس سوال کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا کہ آرڈرز کے معیار میں گراوٹ کیوں آرہی ہے اور کمیشن میں اتنے سارے عہدے خالی کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ جنوبی ہند کی ایک ریاست کے ایک انفارمیشن کمشنر نے اپنا نام ذکر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ حکومت جانتی ہے کہ اگر انفارمیشن کمیشنز کمزور ہوں گے تو بااثر آر ٹی آئی قانون کا نفاذ مشکل ہوگا۔ اور حکومت کو آر ٹی آئی قانون کے بااثر نفاذ سے دلچسپی نہیں ہے، اس لیے وہ انفارمیشن کمیشنوں کو کمزور کرنے میں لگی ہوئی ہے۔

سنٹرل انفارمیشن کمیشن میں بشمول چیف انفارمیشن کمشنر کے گیارہ ممبر ہونے چاہئیں، جس میں سے تین عہدے خالی ہیں، دسمبر میں اس میں سے مزید چار عہدے خالی ہوجائیں گے، یعنی صرف چار ممبر رہ جائیں گے۔

چھ بڑے کمیشنوں جس میں سنٹرل انفارمیشن کمیشن، مہاراشٹر اور اترپردیش انفارمیشن کمیشن شامل ہیں ان میں ۲۷/ فیصد شکایات اور اپیلیں پنڈنگ ہیں۔

جنوری ۲۰۱۸ء سے گجرات انفارمیشن کمیشن میں چیف انفارمیشن کمشنر موجود نہیں ہے۔ جب سے تیلنگانہ ریاست الگ ہوئی ہے تب سے آندھرا پردیش میں انفارمیشن کمیشن ہی نہیں قائم ہوسکا ہے۔

کیرالا میں ۲۰۱۷ء سے صرف ایک انفارمیشن کمشنر موجود ہے۔ ناگالینڈ میں ستمبر ۲۰۱۷ء سے کوئی چیف انفارمیشن کمشنر موجود نہیں ہے۔

کیرالا کے چیف انفارمیشن کمشنر مسٹر ونسن ایم پال کہتے ہیں کہ آر ٹی آئی قانون میں بہت سی مثبت چیزیں بھی موجود ہیں، گرچہ اس کے موثر نفاذ میں بہت سی دشواریاں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''مجھے یقین ہے کہ آر ٹی آئی کے ساٹھ سے ستر فیصد درخواست گذاروں کو اس قانون کے تحت فائدہ ہوتا ہے اور اس سے حکومت کے کام کاج میں بھی شفافیت آتی ہے۔ ہاں یہ بات بھی ہے کہ اس قانون کا کچھ غلط استعمال بھی ہوتا ہے لیکن وہ ۲۔۳/ فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔''

نیشنل ایڈوائزری کاؤنسل کی سابق ممبر اور آر ٹی آئی قانون کی ڈرافٹنگ کمیٹی کی ممبر ارونا رائے کہتی ہیں کہ آر ٹی آئی قانون میں بہت سی مثبت چیزیں ہیں، اس لیے حکومت کو اس قانون کو مضبوط کرنا چاہئے نہ کہ اس کو کمزور کرنے کی کوشش۔

۲۰۱۷ء میں مرکزی حکومت نے آر ٹی آئی قانون میں ایک نیا ضابطہ شامل کیا ہے جس کے تحت درخواست گذار اپنی درخواست کو واپس بھی لے سکتا ہے، نیز اگر درخواست گذار کا انتقال ہوجائے تو اس کی درخواست کالعدم ہوجائے گی۔ یہ بہت ہی خطرناک ضابطہ ہے اور اس کا فائدہ اٹھا کر آر ٹی آئی کارکنوں کو درخواست واپس لینے کے لیے مجبور کیا جارہا ہے، وہ افسران اور حکومت کے وہ لوگ جن کو بدنام ہوجانے اور ایکسپوز ہوجانے کا ڈر ہے، ان کے ذریعہ لگاتار آر ٹی آئی کارکنوں پر حملے ہورہے ہیں، سال رواں مارچ تک ۶۷/ آر ٹی آئی کارکنوں کی مشتبہ موت ہوچکی ہے یا ان کو قتل کیا جاچکا ہے، جب کہ ۳۸۵ کارکنوں پر اب تک جان لیوا حملے ہوچکے ہیں، بے شمار کارکنوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں اور انہیں ہر طرح سے اپنی درخواست واپس لینے پر مجبور کیا جانے کا سلسلہ لگاتار جاری ہے۔

ان سبھی دشواریوں کے باوجود سبھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آر ٹی آئی قانون نے حکومت کے طریقہ کار میں بہت سی تبدیلی پیدا کی ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے پچھلے مہینے سی آئی سی کی میٹنگ میں افتتاحی خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ آر ٹی آئی قانون نے حکومت کے طریقۂ کار میں شفافیت اور احتساب پیدا کرنے میں مدد کی ہے۔

ارونا رائے کہتی ہیں کہ آر ٹی آئی قانون ہندوستانی جمہوریت کی کامیابی کی کہانی ہے، اور ہندوستانی عوام کے لیے ایک تحفہ ہے، جو لوگ جمہوریت کا مطلب سمجھتے ہیں اور آئین کی بنیادوں کی بقا اور تحفظ کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، جو چاہتے ہیں کہ ملک میں قانون کا بول بالا ہو، دستور کی بالادستی قائم رہے اور عوام کے ذریعہ منتخب کردہ حکومت اور اس کے کارندے خود احتسابی کے جذبے سے کام کریں، ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہو اور انہیں احساس ہو کہ وہ ہندوستانی عوام کے سامنے اپنے کاموں کے تئیں جواب دہ ہیں۔ اس لیے ایسی کوئی بھی کوشش خواہ وہ مرکزی حکومت کی طرف سے ہو یا کسی کی طرف سے ہو جو اس قانون کو غیر موثر بنانے کے لیے ہوگی وہ ہندوستان کی جمہوریت کے ستون کو کمزور کرے گی۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

الجزائر: جمہوریت کے حق میں ہزاروں افراد کا مظاہرہ

شمالی افریقی ملک الجزائر میں جمعہ ۱۹/اپریل کو ہزاروں افراد جمہوری تبدیلیوں کو متعارف کرانے کے حق میں دارالحکومت میں نکالے گئے ایک بڑے جلوس میں شریک ہوئے ۔ یہ مظاہرین کثیر الجماعتی سیاسی نظام، کرپشن کے انسداد اور اقربا پروری کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے۔(یو این آئی)

لندن میں پولیس نے مزید ۱۰۶/ماہرین ماحولیات کو گرفتار کیا

لندن میں پولیس نے موسمیاتی تبدیلی کے سلسلہ میں مظاہرہ کر رہے ۱۰۶/ماہرین ماحولیات کو گرفتار کرلیا ہے، میٹروپولیٹن پولیس سروس نے جمعہ کو یہ اطلاع ٹوئٹر پر دی۔ پولیس نے ٹوئٹر پر لکھا کہ آج ہم لوگوں نے ۱۰۶/افراد کو گرفتار کیا ہے، اس طرح مظاہرہ کے دوران گرفتار کئے گئے لوگوں کی تعداد بڑھ کر ۶۸۲/ہوگئی ہے۔ مظاہرہ کی وجہ سے لوگوں کو ہو رہی دقتیں نا قابل قبول ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ ماہرین ماحولیات لندن میں گزشتہ پیر سے موسمیاتی تبدیلی کے سلسلہ میں مظاہرہ کر رہے ہیں اور شہر کے مختلف علاقوں میں ٹریفک میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔(یو این آئی)

پیرو کے سابق صدر کو تین سال کی جیل

پیرو کی ایک عدالت نے سابق صدر پیڈرو پابلو کزنسکی کو بدعنوانی کے معاملہ میں تین سال قید کی سزا سنائی ہے۔ پیرو کے عدالتی اتھارٹی نے ٹویٹر پر کہا کہ منی لانڈرنگ کے معاملہ میں ۱۰/اپریل سے ۱۰/دن کی حراست میں رہے مسٹر کزنسکی کے خلاف منی لانڈرنگ معاملہ اور ایک جرائم پیشہ تنظیم کے کارکن ہونے کی جانچ چل رہی ہے۔ قابل ذکر ہے کہ برازیل کی کمپنی اوڈیبریشٹ کے ذریعہ مبینہ طور پر سرکاری حکام کو رشوت دینے کے معاملے کی تحقیقات کے سلسلہ میں گذشتہ ہفتہ مسٹر کزنسکی کو گرفتار کیا گیا تھا۔(یو این آئی)

روس کی امریکہ سے دوطرفہ تعلقات کو بہتر بنانے کی اپیل

روس نے امریکہ سے حالیہ برسوں میں خراب ہوئے دوطرفہ تعلقات کو بہتر بنانے کی اپیل کی ہے، روس نے یہ اپیل امریکہ کے خصوصی وکیل رابرٹ مولر کی طرف سے ۲۰۱۶ء کے امریکی صدر کے انتخابات کو لے کر پیش کی گئی رپورٹ میں ہوئے انکشافات کا حوالہ دے کر کی ہے۔ امریکہ میں واقع روسی سفارت خانہ نے ۱۲۰/صفحات کی ایک رپورٹ جاری کی ہے، جس میں ۲۰۱۶ء کے امریکی صدارتی انتخابات کے دوران روس کی طرف سے مداخلت کرنے کے امریکہ کے الزامات کا تجزیہ کیا گیا ہے، سفارت خانہ نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ امریکہ کا یہ دعوی بے بنیاد ہے۔(یو این آئی)

نئے سامراج کو شکست دے کر دم لیں گے: مادرو

وینزویلا کے موجودہ صدر نکولس مادرو نے کہا ہے کہ ان کا ملک اپنی آزادی کو برقرار رکھنے اور املاک کی حفاظت کرنے کے لئے سامراج کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے اور انہیں شکست دے کر ہی دم لے گا۔ مسٹر مادرو نے وینزویلا کے ۲۰۹/ویں یوم آزادی کے موقع پر جمعہ کو ٹویٹ کر کے یہ بات کہی۔ انہوں نے ٹویٹر پر لکھا ''۱۸۱۰ء میں ہم نے اپنی زمین پر ہسپانوی سامراجی طاقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے آزادی کی طرف پہلا قدم بڑھایا تھا، اسی طرح کی بغاوت کا آج ہم نئے سامراج سے سامنا کر رہے ہیں جو ہمارے مقدس خزانے اور آزادی کو لوٹنا چاہتے ہیں، ہم انہیں شکست دیں گے۔''(یو این آئی)

لیبیا میں پانچ لاکھ بچوں کے متاثر ہونے کا امکان: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ اندازہ ہے کہ مغربی لیبیا میں تشدد کے سبب تقریبا پانچ لاکھ بچے متاثر ہوئے ہیں۔ بچوں سے متعلق اقوام متحدہ کے فنڈ (یونیسیف) کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ھینزٹا فور اور بچوں اور مسلح تصادم کے لئے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے خصوصی نمائندے ورجینیا گامبا نے جمعرات کے روز مشترکہ بیان میں کہا کہ ان میں سے تقریبا ۱۸۰۰/بچوں کو فوری طور پر ان علاقوں سے نکالنے کی ضرورت ہے جبکہ ۳۰۰۷/بچے پہلے ہی بے گھر ہو چکے ہیں۔
دونوں حکام نے کہا کہ ''تشدد والے علاقوں میں پھنسے بچوں کے لئے کھانا اور طبی امداد حاصل کرنے میں بھی خطرہ ہوتا ہے۔(یو این آئی)

بزنس روزگار و کیریئر

بہار میں اقلیتوں کی ترقی کے لیے فی کس سالانہ محض ۵۵/پیسے

حکومت بہار اقلیتوں کی ترقی کے لیے فی کس سالانہ محض ۵۵/پیسے خرچ کرتی ہے۔ روزنامہ انقلاب نے منگل کو اپنی ایک خبر میں ایک آر ٹی آئی کے حوالے سے یہ دعویٰ کیا ہے، واضح ہو کہ اس خبر میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ قومی اقلیتی و مالیاتی کارپوریشن (این ایم ڈی ایف سی) سے ملنے والی رقم کے حصول میں حکومت بہار ناکام رہی ہے۔ رپورٹ کے مطابق، اقلیتوں کی ترقی کے لیے بنائے گئے ادارہ این ایم ڈی ایف سی کا کام پسماندہ طبقوں کو ترقیاتی کاموں کے لیے لون/قرض فراہم کرنا ہے۔ غور طلب ہے کہ بہار میں اقلیتوں کی آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ ہے جس کے لیے اس کو رواں مالی سال کے لیے محض ایک کروڑ روپے کا بجٹ دیا گیا ہے۔ آر ٹی آئی سے ملی جانکاری کے مطابق، این ایم ڈی ایف سی کے لیے مختص رقم میں لگاتار کمی کی جا رہی ہے۔ ادارہ کے پبلک انفارمیشن افسر انل کمار نے آر ٹی آئی کے تحت پوچھے گئے سوال کے جواب میں اطلاع دی ہے کہ یہ ادارہ اقلیتوں کی پسماندہ کمیونٹی کی فلاح و بہبود کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس کے تحت مسلم، عیسائی، بودھ، جین، پارسی، سکھ اور جین سماج کے پسماندہ طبقے کو سماجی اور اقتصادی ترقی کے لیے مدد دی جاتی ہے۔ آر ٹی آئی کے مطابق، کارپوریشن کی رقم متعلقہ ریاست اور مرکزی حکومت کے تحت حکومت اور انتظامیہ کے ذریعے استعمال میں لائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ این جی او کو رقم فراہم کی جاتی ہے۔ اس کے منصوبوں کا فائدہ دیہی علاقوں کے ان افراد کو مل سکتا ہے جن کے خاندان کی سالانہ آمدنی ۹۸/ہزار روپے ہے جبکہ شہری علاقوں کے لیے سالانہ آمدنی کی حد ایک لاکھ بیس ہزار روپے ہے۔ سماجی کارکن تنویر عالم کو آر ٹی آئی کے تحت یہ جانکاری دی گئی ہے۔ ان کے ذریعے بہار کے ریاستی اقلیتی مالیاتی کارپوریشن کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ مالی سال 2014 سے 2015 کے لیے 10 کروڑ روپے مختص کیے گئے تھے۔ اسی طرح مالی سال 2015 سے 2016 کے لیے 10 کروڑ روپے دیے گئے تھے، جبکہ 2016 سے 2017 کے لیے محض 2 کروڑ 62 لاکھ روپے دیے گئے اور مالی سال 2017 سے 2018 کے لیے بھی اتنے ہی رقم فراہم کیے گیے۔ اس طرح یہ رقم لگاتار کم ہوتی گئی اور رواں مالی سال کے لیے اس کو محض 1 کروڑ روپے دیے گئے۔ آر ٹی میں یہ جانکاری بھی دی گئی ہے کہ بی ایس ایم ایف سی، این ایم ڈی ایف سی سے مالی سال 2013-2012 سے کوئی فنڈ حاصل نہیں کر پا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ادارے پر 20 کروڑ سے زیادہ کی رقم بقایہ ہے اور اس میں ہر تین مہینے پر اضافہ ہو رہا ہے۔ دریں اثنا روزنامہ انقلاب کی خبر پر محکمہ اقلیتی فلاح کے اسپیشل سکریٹری محمد ایس آئی فیصل نے وضاحت کی ہے کہ قومی اقلیتی فلاح مالیاتی کارپوریشن کے ذریعے اقلیتوں کی ترقی کے لیے اس منصوبے کے تحت جو لون دیے جاتے تھے اس پر کافی سود کی رقم عائد ہوتی تھی اور تاخیر کی وجہ سے صوبائی کارپوریشن کو بڑی پنالٹی بھی بھرنی پڑتی تھی اس وجہ سے حکومت بہار نے مالی سال 2013-2012 میں قومی اقلیتی فلاح مالیاتی کارپوریش کی چینلائزنگ ایجنسی کی شکل میں بہار ریاستی اقلیتی مالیاتی کارپوریشن سے رشتہ منقطع کرتے ہوئے آگے سے کوئی لون نہ لینے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنے خط میں مزید وضاحت کی ہے کہ، آپ کی خبر میں ذکر کی ہوئی سالانہ رقم صحیح نہیں ہے۔ مالی سال 2013-2012 سے قومی کارپوریشن اس منصوبے کی خاطر بہار ریاستی اقلیتی مالیاتی کارپوریشن کے ذریعے کوئی رقم نہیں لیا گیا ہے۔ قومی کارپوریشن کے کچھ بقایہ رقم کو واپس کر دیا گیا ہے اور باقی رقم کو سکیورٹی کی شکل میں قومی کارپوریشن میں جمع رقم سے ایڈجسمنٹ کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔
فی الحال کارپوریشن کو حکومت بہار وزیر اعلیٰ روزگار قرض منصوبے کے تحت 100 کروڑ روپے فی سال فراہم کر رہی ہے۔ مالی سال 2014-2013 سے اب تک اس منصوبے سے 13441 کروڑ روپے 11602 لوگوں کو مستفید کیا گیا ہے۔ بقیہ رقم کی تقسیم کا کام جنگی سطح پر کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی کارپوریشن نے طلبا طالبات کے اعلیٰ تعلیم کے لیے بڑے پیمانے پر ایجوکیشن لون مہیا کرایا گیا ہے۔ اقلیتوں میں روزگار پیدا کرنے کے لیے کئی معروف اداروں کے ساتھ اسکل ڈیولپمنٹ کا منصوبہ چلا رہا ہے۔

جیٹ ایئرویز کے ۴۴۳/سلاٹ دوسرے ایئرلائنس کو دیے جائیں گے

حکومت نے ہوائی خدمات فراہم کرنے والی پرائیویٹ کمپنی جیٹ ایئرویز کے مستقل طور پر آپریشن بند کرنے کے بعد دہلی اور ممبئی میں خالی ہونے والی اس کی ۴۴۳/سلاٹیں دیگر ہوائی خدمات فراہم کرنے والی کمپنیوں کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ شہری ہوابازی کی وزارت کے سکریٹری پردیپ سنگھ کھرولا نے جمعرات کو ہوائی اڈہ آپریٹروں اور کمپنیوں کے ساتھ الگ الگ میٹنگ کی۔ بعد ازاں دیر شام انہوں نے صحافیوں کو بتایا کہ ممبئی میں ۲۸۰/اور دہلی میں ۱۶۳/سلاٹیں خالی ہوئی ہیں۔

بقیہ گھر واپسی ضروری ہے ، ورنہ .... یقیناً کریگا، مگر آج حالات کے پیش نظر دلوں کا ڈر بڑھتا جا رہا ہے اور مسلمانوں کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے رہی ہے، مسلمان آج بزدلی اور بیجا امید کا سہارا لیکر زندگی جینے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا کی اکثریت مسلم آبادی کا حال زمین میں گردن تک دھسے ہوئے اس انسان کی طرح ہے جسے ہر پل یہ امید لگی رہتی ہے کہ ابھی سر کا حصہ زمین میں دھسنا باقی ہے اور تب تک کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ آئیگا اور مجھے بچالیگا، حالانکہ وہ اس امید کے علاوہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتا، بعینہ یہی حال آج کے مسلمانوں کا ہو چکا ہے کہ مصیبت کا انبار سروں پر ہے، ظلم و تشدد نے کمر توڑ رکھا ہے بے زباں جانوروں کی طرح ہر طرف پٹ رہے ہیں، مگر خود کا دفاع کرنے کے بجائے اس امید میں لگے ہوئے ہیں کہ اللہ جنگ بدر کی طرح ایک بار پھر فرشتوں کا لشکر ہم مسلمانوں کی حفاظت کیلئے بھیج کر ہماری مدد ضرور فرمائے گا اور یہ بات صدفی صد صحیح بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مسلمانوں کی امداد کیلئے دوبارہ زمین پر اتارنے کی مکمل قدرت رکھتا ہے مگر یہاں پر ایک سوال ہے کہ جو ظلم مسلمانوں پر ''برما'' میں ہوا، جس تشدد کا ''روہنگیا'' میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا، ''افغانستان و عراق'' میں مسلمانوں کے ساتھ جس بربریت کا مظاہرہ کیا گیا، جس ظلم و ستم سے آج بھی فلسطینی مسلمان جھوجھ رہے ہیں اور خود ہندوستان میں جابجا جس طرح مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے تو کیا (نعوذ باللہ) ہمارا اللہ ان جگہوں پر کمزور ہو گیا؟ کیا ان جگہوں پر ماؤوں نے آنکھوں سے خون کے قطرے نہیں بہائے ہونگے؟ کیا بہنوں نے اپنے بھائیوں کی زندگی کی سلامتی رب سے نہیں مانگی ہونگیں؟ اور کیا بھائیوں نے اپنی بہنوں کی دامن عفت کی حفاظت کیلئے رب کی بارگاہ میں ہاتھ نہیں اٹھایا ہوگا؟ یقیناً ان سبھوں نے اپنی اور اپنے اعزاء و اقارب کی عزت و حرمت اور انکی جان کی حفاظت کی دعائیں اللہ سے مانگی ہونگی، لیکن پھر بھی اللہ نے انکی دعاء دنیا میں قبول کیوں نہیں کی؟ اور کیوں انکو مرتا اور پٹتا ہوا دیکھتا رہا؟ تو جواب ایک ہی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ کا ضابطہ ہے کہ پہلے خود کوشش کرو پھر اللہ سے مدد کی امید رکھو اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ پہلے جانور کو کھونٹے سے باندھو پھر اللہ سے اس کی حفاظت کی امید رکھو ۔

طب و سائنس

کینسر سے کیسے بچیں

ایس اے ساگر

آپ کو شاید سننے میں عجیب سا لگے تاہم کینسر کے 40 فیصد کیسوں کا تعلق طرزِ زندگی سے ہے۔ یہ وہ مرض ہے جس کا نام سنتے ہیں انسان پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ کینسر کے نتیجہ میں بالوں سے محرومی، وزن میں کمی اور کئی دیگر سائیڈ ایفیکٹ کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ برطانیہ میں کینسر کے مریضوں پر ہونے والی تحقیق کے اعداد و شمار کے مطابق کینسر کے دس میں سے چار مریض صحت مندانہ انداز زندگی اپنا کر اس مرض سے بچ سکتے ہیں جبکہ درحقیقت کینسر یا سرطان کا مرض ماضی کی مانند آج لاعلاج نہیں ہے البتہ اس کا علاج تکلیف دہ اور طویل ضرور ہے۔ کینسر کا مرض لاحق ہونے کی کئی وجوہات ہیں لیکن ایک بڑی وجہ ہماری چند عام غذائیں بھی ہیں۔ غذائیں ایسی ہی جو انسان کو کینسر میں مبتلا کرسکتی ہیں لیکن اس کا کیا کیجئے کہ یہ غذائیں انسانی زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔

بازار میں بکنے والے شربت جو سکرین سے بنے ہوئے ہوتے ہیں مصنوعی پھل جسے مصنوعی طریقوں سے جلد تیار کیا جاتا ہے۔ آلو کے چپس جو بہت زیادہ چربی اور کیلوریز پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کولڈ ڈرنکس جس میں اضافی سوڈیم اور مصنوعی رنگ شامل کئے جاتے ہیں۔ میٹھے مشروبات نہ صرف موٹاپے اور ذیابیطس کا خطرہ بڑھاتے ہیں بلکہ معدے یا اس سے متعلقہ دیگر عضو میں کینسر کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ گوشت لا زہاد پ استعمال سے کینسر لاحق ہونے کے خطرات میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

ان تمام تلخ حقائق کا مقابلہ کرنے کیلئے 'علاج سے پرہیز کہیں بہتر ہے' کا اصول اختیار کرنا ہوگا۔ پرہیز اور احتیاط کسی بھی مرض کو پھیلنے سے قبل بھی روک لیتی ہے جبکہ علاج اس کا حل ہے یہی وجہ ہے احتیاط کو علاج سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اس کہاوت کا عملی مظاہرہ برصغیر کے علاوہ دنیا بھر میں ہوتا ہے جبکہ تیسری دنیا کے ممالک میں صحت کے حوالہ سے بہت سے تحفظات پائے جاتے ہیں اور خاص طور پر یہاں مرض کو پھیلنے دیا جاتا ہے اور احتیاط کے پہلو کو نظرانداز رکھا جاتا ہے۔ غالبًا یہاں احتیاط کے حوالہ سے عام لوگوں کے خیالات اتنے واضح ہی نہیں ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ محض مخدوش غذاوں کا استعمال کرنے سے ہی کینسر سے نجات مل جائے۔ اگر آپ اوائل عمر یا نوجوانی سے ہی سرطان کیخلاف مزاحمت کرنے والی غذاوں اور طرز زندگی کے دیگر امور کو اپنا لیں تو کینسر کے خطرے کو نمایاں حد تک کم کرسکتے ہیں۔ اس موذی مرض کے حوالہ سے اکثر طبی تحقیقی رپورٹیں سامنے آتی رہتی ہیں جن میں اس پر قابو پانے کیلئے مختلف طریقے نہ صرف آسان بلکہ نسبتاً کم مضر ہوتے ہیں۔ کینسر راتوں رات انسانی جسم کو نشانہ نہیں بناتا بلکہ اس کیلئے کافی عرصہ درکار رہوتا ہے۔ تاہم کسی قسم کے خطرے کی صورت میں پہلی فرصت میں ڈاکٹر سے رجوع کرنا نہ بھولیں۔ طرز زندگی میں ذرا سی تبدیلی کینسر جیسے مرض کا شکار ہونے سے بچا سکتی ہے۔

لہسن کا استعمال: برصغیر کے ہر کھانے میں لگ بھگ عام استعمال کی جانے والی اس سبزی یا جڑی بوٹی میں ایلائیل سلفر نامی جز پایا جاتا ہے جو کینسر کیخلاف جسم کے اندر موجود قدرتی دفاعی نظام کو حرکت میں لاتا ہے، جس کے نتیجے میں کینسر کا باعث بننے والے کیمیکلز کو جسم سے خارج کرنے میں مدد ملتی ہے جبکہ کینسر کے خلیات کو قدرتی طریقے مرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ ایک امریکی تحقیق کے مطابق جو خواتین بڑی مقدار میں لہسن کو غذا کا حصہ بناتی ہیں ان میں آنتوں کے کینسر کا خطرہ 50 فیصد تک کم ہوجاتا ہے۔

گوبھی اور گردے : جو لوگ گوبھی، بند گوبھی یا اسی قسم کی دیگر سبزیوں کا ہفتے میں ایک بار ضرور استعمال کرتے ہیں ان میں گردوں کے کینسر کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ ایک یوروپی تحقیق کے مطابق گوبھی اور اسی کی نسل کی دیگر سبزیاں گردوں کے افعال کو درست رکھ کر کینسر کا خطرہ کم کردیتا ہے خاص طور پر ان افراد کے مقابلہ تو بہت کم ہوتا ہے جو مہینے میں یا کئی کئی ماہ بعد اس کو اپنی غذا کا حصہ بناتے ہیں۔

پندرہ منٹ کی دھوپ : انسانی جسم میں وٹامن ڈی کی 90 فیصد مقدار سورج کی روشنی کے نتیجہ میں آتی ہے اور اس میں غذا یا کسی سپلیمنٹ کا کمال نہیں ہوتا۔ وٹامن ڈی کی کمی خلیات کے درمیان رابطے کی صلاحیت کو گھٹا دیتا ہے جس کے نتیجہ میں ان کے اکھٹے ہونے کا عمل رک جاتا ہے اور کینسر کے خلیات کو پھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق وٹامن ڈی خلیات کے مناسب رابطے اور دوبارہ پیدا ہونے کے عمل کو بھی روکتا ہے۔ وٹامن ڈی کی کمی کے شکار افراد میں بریسٹ، آنتوں، مثانے، مادر رحم اور معدے کے کینسر کا خطرہ بہت ہوتا ہے جبکہ ہڈیوں کی کمزوری، ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر بھی آپ کو شکار کرسکتا ہے۔ مگر سورج کی روشنی میں بہت زیادہ رہنا جلد کے کینسر کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

سبز چائے : متعدد طبی تحقیقی رپورٹس میں سبز چائے اور کینسر کے درمیان تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔ سبز چائے کا استعمال معمول بنا لینے سے بریسٹ، مادر رحم، آنتوں، مثانے اور پھیپھڑوں کے کینسر کا خطرہ کم ہوجاتا ہے۔ کچھ طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ سبز چائے میں پائے جانے والے کیمیکلز درحقیقت چند طاقتور انسداد کینسر اجزاء؟ میں سے ایک ہوتے ہیں جس کی وجہ ان میں بڑی تعداد میں اینٹی آکسائیڈنٹس کا پایا جانا ہے۔

مچھلی کا استعمال: جو خواتین ہفتے میں تین بار مچھلی کا استعمال کرتی ہیں ان میں آنتوں کے کینسر کا باعث بن جانے والے خلیات کی نشو ونما کا خطرہ بھی 33 فیصد تک کم ہوجاتا ہے۔ مچھلی خاص طور پر سالمون او میگا تھیر فیٹی ایسڈز سے بھرپور ہوتی ہے جو کہ کینسر کیخلاف جنگ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک آسٹریلین تحقیق کے مطابق جو لوگ ہفتے میں مچھلی کے 4 یا اس سے زائد ٹکڑے کھاتے ہیں ان میں خون کے سرطان کی مختلف اقسام کا خدشہ کم ہوتا ہے۔ اسی طرح مچھلی کے استعمال سے خواتین میں مادر رحم کے کینسر کا خطرہ کم ہوجاتا ہے۔

خواب گاہ میں تاریکی: متعدد طبی تحقیقی رپورٹیں شاہد ہیں کہ رات کو روشنی میں رہنے سے خواتین میں مادر رحم اور بریسٹ کینسر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ درحقیقت روشنی جسم میں میلاٹونین کی نارمل مقدار کی پیداوار کو کم کردیتی ہے جو ایسا دماغی کیمیکل ہوتا ہے جو نیند کے چکر کو کنٹرول کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کینسر کے خلیات سے بھرپور ایسٹروجن کا اخراج بڑھ جاتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطاق ایسی خواتین میں بریسٹ کینسر کا خطرہ بہت زیادہ ہوتا ہے جو میلاٹونین کی بلند مقدار کے دوران سونا پسند نہیں کرتیں۔

چربی کا کم استعمال: معتبر ہاورڈ یونیورسٹی کی ایک تحقیق کے مطابق جو لوگ روزانہ 3 اونس سرخ گوشت کا استعمال کرتے ہیں ان میں امراض قلب یا کینسر کے باعث موت کا خطرہ 13 فیصد تک بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح یالے یونیورسٹی کا اپنی ایک تحقیق میں کہنا ہے کہ جو خواتین حیوانی پروٹین سے بھرپور غذاوں کا زیادہ استعمال کرتی ہیں ان میں خون کے سرطان کی ایک قسم کا خطرہ 70 فیصد تک بڑھ جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کم چربی یا بغیر چربی جیسے مرغی یا مچھلی کو زیتون کے تیل میں بنانے سے اس خطرہ کو ٹالا جاسکتا ہے۔

کھائیں پیاز : کینسر کیخلاف لڑنے والی اشیا میں پیاز کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ کارنیل یونیورسٹی کے محققین نے دریافت کیا ہے کہ پیاز کے اندر ایسے طاقتور اینٹی آکسائیڈنٹس ہوتے ہیں جو کینسر کی متعدد اقسام سے تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ اس کا غذا میں استعمال یا خام صورت یعنی کچھ مقدار میں روزانہ کچا کھانا بھی آپ کو اس جان لیوا مرض سے بچانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے جبکہ یہ مزاج پر چھائی مایوسی کو بھی دور بھگانے میں مددگار سبزی ہے۔

آدھا گھنٹہ یومیہ چہل قدمی: درجن بھر سے زائد تحقیقی رپورٹوں سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو خواتین نصف گھنٹہ روزانہ ورزش کرتی ہیں ان میں بریسٹ کینسر کا خطرہ جسمانی طور پر کم سرگرم خواتین کے مقابلہ 30 سے 40 فیصد تک کم ہوتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق متعدل مقدار میں ورزش سے خون میں ایسٹروجن کی سطح کم ہوتی ہے جو ایک ایسا ہارمون ہے جو بریسٹ کینسر کے خطرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک اور طبی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ ہفتہ بھر میں چار گھنٹے تک چہل قدمی سے لبلبے کے کینسر کا خطرہ 50 فیصد تک کم کیا جاسکتا ہے جس کی وجہ اس معمولی سمجھی جانے والی جسمانی سرگرمی کے نتیجے میں انسولین میٹابولزم میں بہتری آنا ہے۔

تلی ہوئی اشیا کا استعمال : جب غذاؤں کو تیز آنچ پر تلا یا بھونا جاتا ہے تو اس میں ایک کینسر کا باعث بننے والے جز Acrylamide تشکیل پانے کا امکان بھی پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ تیز آنچ میں بننے سے غذا میں آنے والی کیمیائی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ مختلف رپورٹس کے مطابق Acrylamide کے طویل عرصے تک جسم کا حصہ بننے سے مختلف اقسام کے کینسر لاحق ہوسکتے ہیں۔ اس حوالے سے مسلسل طبی تحقیقات جاری ہیں اور ماہرین کا مشورہ ہے کہ فرنچ فرائز یا آلو کے تلے ہوئے چپس کے بہت زیادہ استعمال سے گریز کرنا زیادہ بہتر ثابت ہوسکتا ہے۔

دودھ : حالیہ طبی تحقیقی رپورٹس کے مطابق کیلشیئم بڑی آنت کے کینسر سے تحفظ فراہم کرسکتا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ روزانہ 700 ملی گرام سے زیادہ کیلشیم کا استعمال بڑی آنت کے کینسر کا خطرہ 45 فیصد تک کم کردیتا ہے۔ سننے میں سات سو ملی گرام بہت زیادہ مقدار لگ سکتی ہے مگر ایک کپ دودھ، کچھ مقدار میں دہی اور پالک وغیرہ کا استعمال اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کافی ثابت ہوتا ہے۔

ہفتہ رفتہ — **راشد العزیری ندوی**

پولنگ کے لئے ۱۲/ میں سے کوئی ایک شناختی کارڈ لازمی

ووٹنگ کے لئے شناختی کارڈ کے طور پر ۱۲/ کے متبادل میں سے کوئی ایک لے کر ہی بوتھ پر جائیں گے، بہتر ہوگا کہ اسے ڈھونڈھ کر ابھی سے ہی محفوظ کرلیں۔ باتصویر ووٹر پرچی کو پولنگ مرکز میں شناخت کے طور پر قبول نہیں کیا جائے گا، اگر آپ کے پاس الیکشن کمیشن سے جاری ووٹر شناختی کارڈ دستیاب ہے تو اسے ساتھ لے کر جائیں۔ پاسپورٹ، ڈرائیونگ لائسنس، ریاستی یا مرکزی حکومت کے ادارے کا شناختی کارڈ، پبلک لمیٹڈ کمپنیوں کی طرف سے اپنے ملازمین کو جاری کئے گئے فوٹو سروس شناختی کارڈ، بینک یا ڈاک خانوں کی طرف سے جاری کی گئی فوٹو والا پاسبک، پین کارڈ، این پی آر کے تحت آر جی آئی کی طرف سے جاری اسمارٹ کارڈ، منریگا جاب کارڈ، ہیلتھ انشورنس سمارٹ کارڈ، ممبران پارلیمنٹ، ممبران اسمبلی اور قانون ساز کونسل کے ارکان کو جاری کئے گئے سرکاری شناختی کارڈ اور آدھار کارڈ وغیرہ لے کر جاسکتے ہیں۔

ای وی ایم کا مسئلہ سپریم کورٹ میں اٹھائیں گے: اپوزیشن

ای وی ایم کے ناقابل اعتبار ہونے کے مسئلہ کو ایک بار پھر اٹھاتے ہوئے ۲۱/ اپوزیشن جماعتوں نے مشینوں کے نامناسب طور پر کام کرنے اور مشینوں میں اُلٹ پھیر کے مسئلہ کو متحدہ طور پر سپریم کورٹ سے رجوع کرنے کا انتباہ دیا ہے، اس سلسلہ میں اہم اپوزیشن جماعتوں کے لیڈروں نے دہلی کے کانسٹی ٹیوشنل کلب میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے ای وی ایم کی کارکردگی پر کئی سوالات اٹھائے اور کئی شبہات کا اظہار کرتے ہوئے الیکشن کمیشن پر شدید نکتہ چینی کی، پارٹیوں نے اس سلسلہ میں کمیشن کو طویل فہرستیں دی ہیں اور کہا کہ کم از کم ۵۰/ وی وی پیاٹس کے ٹرائلس کی گنتی ضروری ہے، ہم اس مسئلہ کو سپریم کورٹ سے رجوع کریں گے، کہ کمیشن نے اس سلسلہ میں ہماری جانب سے کئے گئے مطالبہ پر کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ (روزنامہ عوامی نیوز ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء)

ایس بی آئی میں پی او کے عہدہ پر دو ہزار تقرری

بے روزگاری کے اس دور میں روزگار کے بہترین مواقع سامنے آئے ہیں۔ اسٹیٹ بینک آف انڈیا میں دو ہزار پروبیشنری آفیسر (پی او) کے عہدہ کے لئے اشتہار شائع ہوئے ہیں۔ ۲۱/ سال سے ۳۰/ کی عمر والے گریجویٹ امیدوار ایس بی آئی کے ویب سائٹ پر لاگ ان کرکے رجسٹریشن کرسکتے ہیں یا کسی طرح کی تفصیلی جانکاری کے لئے ویب سائٹ پر موجود لنک Contact Us کے توسط سے حاصل کرسکتے ہیں، آن لائن رجسٹریشن اور فیس جمع کرنے کا عمل ۲۲/ اپریل تک جاری رہے گا۔ (روزنامہ عوامی نیوز ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء)

جیٹ ایرویز کا بحران

مالی بحران میں پھنسی طیارہ خدمات فراہم کرانے والی کمپنی جیٹ ایرویز کا بحران کم ہوتا نظر نہیں آرہا ہے، اس کے پائلٹوں کی ایک تنظیم نیشنل ایوی ایٹرس گلڈ (این اے جی) نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ طیارے نہیں اڑائیں گے، واضح رہے کہ کمپنی کے انجینئروں اور انتظامیہ کے سینئر اراکین کے ساتھ پائلٹوں کو جنوری تنخواہ نہیں ملی ہے۔ دیگر ملازمین کو تنخواہ کی جزوی ادائیگی کی جارہی ہے تھی، لیکن ان کی بھی مارچ کی تنخواہ اب تک نہیں ملی ہے، کمپنی نے یقین دلایا کہ قرض دہندہ بینکوں کے کنسورٹیم کی طرف سے شروع کئے گئے حل کے عمل کے تحت جیسے ہی نقدی آتی ہے، ملازمین کی تنخواہ کی ادائیگی اس کی ترجیح ہوگی۔ اسٹیٹ بینک آف انڈیا کی قیادت والے کنسورٹیم نے 1500 کروڑ روپے کی نقدی ہونے کا یقین دلایا ہے، کنسورٹیم نے ائرلائنس کی 75 فیصد تک حصہ داری فروخت کرنے کے لئے بولی کا عمل بھی شروع کردیا ہے۔ (روزنامہ عوامی نیوز ۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء)

پارلیامانی انتخاب میں منشور کی بازگشت

ڈاکٹر مشتاق احمد دربھنگہ

جمہوری نظام حکومت میں حکومت کی مدت کار طے ہوتی ہے اور انتخاب کے اصول وضابطے بھی وضع ہوتے ہیں، ہمارے ملک میں پارلیامانی اور اسمبلی انتخابات کے لیے بھی پانچ سال کی مدت کار ہے؛ اس لیے کسی بھی سیاسی جماعت کی حکومت ہو، وہ اپنے پہلے دن سے ہی انتخاب کے مدنظر اقدام اٹھانے کی کوشش کرتی ہے، لیکن یہ پارلیامانی انتخاب شاید ہندوستان کی تاریخ کا پہلا انتخاب ہے، جس میں حکمراں جماعت اپنی کارکردگی کی بنیاد پر عوام سے ووٹ نہیں مانگ رہی ہے اور نہ اپنے انتخابی منشور میں اپنی کارکردگی کی وضاحت کی ہے۔

ظاہر ہے کہ انتخابی منشور کی غیر معمولی اہمیت ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں انتخابی منشور سے عوام الناس کا کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، بس ایک خانہ پری ہے، جسے سیاسی جماعت کرتی رہتی ہے، ورنہ انتخابی منشور کی روشنی میں عوامی اور فلاحی کام کئے جاتے تو آزادی کے 72 سال برسوں کے بعد بھی یہاں کے شہری کو زندگی جینے کے بنیادی مسائل سے محروم نہیں ہونا پڑتا۔

یہ ایک المیہ ہے کہ جس ملک کی چالیس فی صد آبادی کو ٹاٹ کا مکان یعنی کچے پھوس کا مکان بھی میسر نہیں ہے، اس ملک کے وزیر اعظم اور ان کے وزراء ٹوئیٹ کے سہارے سیاست کر رہے ہیں، اس معاملے میں حزب اختلاف بھی اس سے پیچھے نہیں ہے کہ ہر ایک سیاسی جماعت کے سرکردہ لیڈران ٹویٹ ٹویٹ کھیل رہے ہیں، افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ جس ملک کی چالیس فیصد آبادی ناخواندگی کی شکار ہے، اس کے سامنے ٹویٹ کی سیاست ہورہی ہے اور جمہوریت کا چوتھا ستون یعنی ذرائع ابلاغ ان کے ٹویٹ کو پروپیگنڈہ کی صورت میں پیش کر رہا ہے۔ بہرکیف پارلیامانی انتخاب کے لیے سب سے پہلے کانگریس نے اپنا انتخابی منشور جاری کیا ہے اور اسے ہم نبھائیں گے کا نام دیا ہے، اس انتخابی منشور میں جو سب سے زیادہ موضوع بحث نکتہ ہے وہ ہندوستان کے ان تمام شہریوں کو 72 ہزار روپے کی رقم سالانہ دیئے جانے کی بات کہی گئی ہے جو خط افلاس سے نیچے کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

واضح ہو کہ گذشتہ پارلیامانی انتخاب کے وقت بھارتیہ جنتا پارٹی نے کالا دھن کی واپسی کے ساتھ ہر شہری کو پندرہ لاکھ رقم دینے کی بات کہی تھی اور ہر سال دو کروڑ بے روزگاروں کو روزگار دینے کا وعدہ کیا تھا؛ مگر حکومت نے ایک بھی وعدہ پورا نہیں کیا؛ لیکن اب جب کہ کانگریس اپنے انتخابی منشور میں 72 ہزار کی رقم دینے کی وکالت کر رہی ہے تو بھاجپا اسے جھوٹ کا پلندہ کہہ رہی ہے، اب سوال اٹھتا ہے کہ انتخابی منشور پر اس طرح کا سوال اس وقت کیسے اٹھایا جا سکتا ہے، جب تک منشور جاری کرنے والے کو کام کرنے کا موقع نہ ملا ہو، دراصل بھارتیہ جنتا پارٹی چوں کہ اپنی پانچ سالہ مدت کار میں اپنے انتخابی منشور کے کسی وعدے کو پورا نہیں کیا، اس لیے وہ کانگریس کے انتخابی منشور کو فضول قرار دے رہی ہے، اب جب کہ خود بھاجپا کا انتخابی منشور ''سنکلپ'' جاری ہو گیا ہے تو اس میں بھی پارٹی نے اپنی حکومت کی کارکردگی کا کہیں بھی حساب وکتاب پیش نہیں کیا ہے؛ بلکہ پھر وہی سبز باغ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

دراصل بھارتیہ جنتا پارٹی صرف اور صرف ہندوتو اور مبینہ طور پر قومیت کے نام پر ووٹ حاصل کرنا چاہتی ہے، اس لیے وزیر اعظم کے ساتھ ساتھ ان کی پارٹی کے تمام لیڈران صرف اور صرف ہندوتو کے اشتعال انگیز نعرے لگا رہے ہیں، ایک طرف وزیر اعظم بالاکوٹ کی مبینہ کامیابی پر اپنی پیٹھ تھپتھپا رہے ہیں، جب کہ ۱۰/اپریل ۲۰۱۹ء کو پاکستانی حکومت نے بین الاقوامی میڈیا کو بالاکوٹ کی سیر کرا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستانی حکومت کا دعویٰ بالکل کھوکھلا ہے، اس کے باوجود وزیر اعظم نے مہاراشٹر کے انتخابی جلسے میں بالاکوٹ اور پلوامہ کے شہیدوں کے نام پر ووٹ دینے کی اپیل کی ہے، جب کہ اس طرح کی اپیل انتخابی ضابطہ اخلاق کے خلاف ہے؛ اس لیے پنجاب کے وزیر اعلیٰ کیپٹن امریندر سنگھ نے وزیر اعظم کے خلاف انتخابی کمیشن سے شکایت بھی کی ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ حکومت کے سامنے مجبور ہو کر رہ گیا ہے، مختصر یہ کہ ایک طرف کانگریس بھارتیہ جنتا پارٹی کے انتخابی منشور پر سوالیہ نشان کھڑا کر رہی ہے کہ اس میں حکومت نے اپنی کارکردگی کی وضاحت نہیں کی اور پھر گمراہ کن باتوں کے ذریعہ عوام الناس کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہی ہے۔

کانگریس کے انتخابی منشور پر بھی بے جے پی کچھ اس طرح کی باتیں کہہ رہی ہے کہ اس انتخابی منشور میں جو وعدے کئے گئے ہیں، وہ ناممکن ہے، بالخصوص ہر غریب شہری کو 72 ہزار روپے دینے کی بات محض انتخابی فریب ہے۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ کانگریس اپنے انتخابی منشور کو عوام الناس کے سامنے پیش کر رہی ہے، یہ فیصلہ عوام کو کرنا ہے کہ وہ اس کے مفاد میں ہے یا نہیں؟ لیکن بھاجپا اپنے انتخابی منشور سے زیادہ کانگریس کے منشور پر ہی بحث ومباحثہ کر رہی ہے، غرض کہ بھاجپا اپنے انتخابی منشور کو خود ہی محض خانہ پری سمجھ رہی ہے اور کانگریس کے انتخابی منشور پر طرح طرح کے سوالات کر کے اس کی معنویت میں اضافہ کر رہی ہے۔

قومی سطح پر انتخابی ماحول میں صرف اور صرف کانگریس کے انتخابی منشور کی بازگشت سنائی دے رہی ہے، جب کہ بہوجن سماج وادی پارٹی، سماجوادی پارٹی، راشٹریہ جنتا دل اور دیگر علاقائی جماعتوں کے ساتھ ساتھ بایاں محاذ کی پارٹیوں نے بھی اپنا انتخابی منشوری جاری کیا ہے؛ مگر کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہو رہا ہے، اس سے تو یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کانگریس نے واقعی اس بار اپنے انتخابی منشور پر کافی غور وفکر کیا ہے اور اسے مفاد عامہ کے لیے نسخۂ کیمیا بنانے کی کوشش کی ہے۔

بقیــــــات

بقیہ چارہ کار .... نفرت سے دعوت کا کام ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا، اس لیے مسلمانوں کو موجودہ حالات میں اس نقطۂ نظر سے نہ صرف غور کرنا چاہیے؛ بلکہ عملی میدان میں قدم آگے بڑھانا چاہیے۔ ہندوستان کا ماحول اس کام کے لیے اب بھی سازگار ہے، کیوں کہ یہاں کے ستر فی صد باشندے کھلے ذہن اور سیکولر سوچ کے ہیں، اگر اس لائن سے محنت نہیں کی گئی تو اندیشہ ہے کہ یہ فرقہ پرستی سے متاثر ہونے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جائے گی، اس وقت فرقہ پرستی کے سیلاب بلاخیز پر بند باندھنا ناممکن ہو جائے گا، اس لیے کام میں تاخیر کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے، تحفظ شریعت کی سوچ کے ساتھ اس کام کو کرنا عبادت ہے اور اجر وثواب کے اعتبار سے دعوت دین کے یہ ہم پلہ ہوگا۔ اس کام کو مؤثر بنانے کے لیے ذہن سازی بھی کرنی ہوگی، اور دلتوں نیز دبے کچلے لوگوں پر اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینا ہوگا اور ان پر واضح کرنا ہوگا کہ یہ ہماری مجبوری نہیں، مذہبی فریضہ ہے، اس طرح اگر ہم نے اپنی نافیعت لوگوں پر ثابت کر دی تو اس تاریک رات کی سحر ہوگی اور انشاء اللہ ضرور ہوگی۔

بقیہ گرمیوں کی تعطیل .... ظاہر ہے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ طلبہ بنیادی دینی تعلیم سے واقفیت بہم پہونچالیں اور ان کی ذہنی اٹھان کو اسلامی رخ مل جائے، انہیں قرآن کریم صحت کے ساتھ پڑھنا آجائے، کلمہ، وضو، غسل، نماز کے طریقہ وغیرہ کی جانکاری ہو، فرائض وواجبات کے سلسلے میں ان کے پاس ضروری معلومات ہوں، اس کام کے لیے نورانی قاعدہ اور تعلیم الاسلام یا اسلامی معلومات میں سے کوئی ایک پڑھا دیا جائے، نورانی قاعدہ یا اس جیسی کتاب پڑھانے کے لیے تربیت یافتہ معلم کا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر قرآن بچوں کا صحیح نہیں ہو پاتا ہے، امارت شرعیہ ایسے معلمین کا تربیتی کیمپ ہر سال دوبار لگاتی ہے خواہش مند حضرات اس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، طلبہ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے زبانی معلومات بھی فراہم کرائی جا سکتی ہے، معلومات کو عملی طور پر برتنے کی مشق سے بات جلد ذہن نشیں ہو جاتی ہے، اس لیے اس کا بھی سہارا لینا چاہئے، مثلاً وضو کے فرائض بتائے گیے، سنن ومستحبات بچوں کو یاد کرائے گئے، بچوں نے یاد کر لیا تو اس کی عملی مشق بھی کرائی جائے؛ تاکہ پریکٹیکل ہو جائے، اسی طرح نماز کا طریقہ بتایا جائے تو اس کی مشق بھی کرائی جائے اس پوری مدت کو تربیت کے لیے بھی استعمال کیا جائے تو زیادہ نفع پہونچے گا، تربیت صرف وضو نماز کی نہیں، سلام کر کے داخل ہونے کی بھی، بڑوں کے ادب واحترام کی بھی، گھر میں چھوٹوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے، استنجا کس طرح کرنا چاہیے اور پانی کس طرح پینا چاہیے، جیسی روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی بھی، جو دیکھنے میں ہلکی لگتی ہیں، لیکن ان کو دیکھ کر ہماری تہذیب، ثقافت اور کلچر کا علم ہوتا ہے، یہ استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ طے کرے کہ جو بچہ اس کے سامنے مختصر وقت اور مختصر ایام کے لئے آیا ہے اس کو کس طرح پڑھائے اور کیا سکھائے کہ دینی تعلیم کے اس کورس کے مقصد تک رسائی حاصل ہو جائے، اگر ہم انتہائی مستعدی فکرمندی اور چابک دستی کے ساتھ ایسا کوئی نظام گرمیوں کی حالیہ تعطیل میں جاری کر سکے تو یہ ملت کے لیے انتہائی سودمند ہوگا، کیونکہ بچوں کا اس تعلیم سے بے بہرہ رہنا ان کی ملی زندگی کے لیے تشویش کا باعث ہوگا، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ عصری علوم کی کمزوری سے معاش کے تباہ ہونے کا امکان ہے، لیکن اگر ہمارے بچے دینی تعلیم سے دور رہ گیے تو آخرت کی تباہی یقینی ہے، ممکنہ خطرات کے لیے ساری جد وجہد لگائی جا رہی ہے اور یقینی بات کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے، یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے، آیئے ہم عہد کریں کہ اپنے بچوں کو کچھ اور بنانے سے پہلے دینی تعلیم سے آراستہ کریں گے؛ تاکہ سماج میں جو بھی مقام ان کا بنے وہ مسلمان کی حیثیت سے بنے۔ صرف نام کے مسلمان نہیں کام کے بھی۔

ائمہ مساجد کے لیے بیش قیمتی تحفہ: خطبات جمعہ

ائمہ مساجد کی تربیت، ان کی صلاحیت وخدمات کو قوم وملت کے لیے مفید سے مفید تر بنانے اور انہیں ایک راہ عمل اور سمت سفر دینے کے لیے امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے خطبات جمعہ کے نام سے ۸۹۶/صفحات کی ایک ضخیم کتاب تیار کی ہے، اس کتاب کے ذریعہ ائمہ مساجد زبان وبیان سے قوم وملت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچا سکتے ہیں، ان کی دینی، سماجی، معاشرتی وتعلیمی حالات کو بہتر بنا سکتے ہیں اور امت کی انفرادی واجتماعی زندگی پر زیادہ سے زیادہ اثر قائم کر سکتے ہیں، اس کتاب میں عقیدہ وعبادات، اصلاح معاشرہ، حالات حاضرہ، فرق باطلہ، اور مختلف دینی، ملی، سماجی، قومی تعلیمی، ومعاشرتی مسائل پر سلیس زبان میں مدلل ومحقق خطبات کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ائمہ مساجد کے لیے یقینی طور پر بہت ہی مفید ہوگا، مدارس کے علماء اور خطباء بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ ۸۹۶/صفحات کی اس ضخیم کتاب کی قیمت محض دو سو روپئے ہے، ائمہ کرام سے اپیل ہے کہ اس کتاب کو خرید کر اپنی مسجدوں میں ضرور رکھیں اور اپنے خطبات میں اس سے رہنمائی حاصل کریں، اہل خیر حضرات بھی صدقۂ جاریہ کے طور پر کتاب خرید کر مسجدوں میں رکھوا سکتے ہیں۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید ودینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داری

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

آج ہندوستان میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے مضمون نگاروں، شاعروں اور دانشوروں کی ضرورت ہے جو سارے مسائل بالائے طاق رکھ کر گھر گھر، محلے محلے، گلی کوچے اس کی تبلیغ کریں کہ دستور ہند کی پہلی دفعہ چاہے جو کچھ ہو، مگر ہمارے دستور زندگی کی سب سے اہم اور پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے، ہم اپنی سوسائٹی کے خوش نما چہرے پر بدنما داغ دیکھ رہے ہیں اور ہم خاموش ہیں۔

اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان قدرت کا شاہکار ہے اور اس دنیا کے باغ کا سب سے حسین پھول ﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم﴾ (ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے انسان کے سر پر تعظیم وتکریم کا تاج رکھا ہے: ﴿ولقد کرمنا بنی آدم﴾ (اور ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت بخشی۔)

اور اس کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا ہے، جس سے بڑھ کر کوئی اعزاز اور اعتماد کے اظہار کا طریقہ نہیں۔ ﴿انی جاعل فی الارض خلیفة﴾ (بیشک میں زمین میں (آدم کو) اپنا نائب بنانے والا ہوں۔)

خدا نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام سے سجدے کا حکم دیا، جس سے اس کا اظہار ہو کہ اب اس کے لیے خدا کے سوا کوئی ایسی ہستی اور طاقت نہیں ہے، جس کے سامنے اس کو جھکنے کی ضرورت ہو۔

انسان کے قدر و قیمت کی انتہا یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کو ''الخلق عیال اللہ''۔ پھر خدا نے انسان کی جان کی قیمت اتنی بڑھا دی کہ وہ فرماتا ہے: ﴿انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاها فانما احیا الناس جمیعا﴾ (جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے۔ اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگی کا موجب ہوا۔)

انسانی زندگی کی حرمت وعظمت کے مسئلہ میں ایک اور سو، قلت وکثرت، فرد اور جماعت میں کوئی فرق نہیں، ایک ایک فرد قیمتی اور ایک ایک جان انسانیت کی عزت متاع ہے، ایک فرد کو پوری سوسائٹی بنانا کسی انسانی ذہن میں نہیں آسکتا۔

ملک کے لیے بڑا خطرہ جو اس کے سر پر منڈلا رہا ہے تنگ نظری اور تہذیبی لسانی اور علاقائی عصبیت ہے، اسی بیماری نے ہمارے ملک کو ماضی میں ٹکڑے ٹکڑے کیا اور باہر کی طاقتوں کو یہاں آنے کی شہہ دی، یہ عفریت اب بھی موجود ہے، جسے بعض بیرونی اور اندرونی حالات نے دبا رکھا ہے، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ راکشش الف لیلہ کے افسانوی دیو کی طرح کسی بھی وقت بوتل سے باہر آسکتا ہے۔

اس ملک میں جنوب وشمال میں بڑی بیگانگی اور بے اعتمادی ہے، جو کسی وقت رنگ لاسکتی ہے، پھر برادریوں اور ملک کے مختلف طبقوں کے درمیان بڑی بڑی دیوار کھڑی ہیں، ہر طبقہ اور برادری ایک مستقل دنیا ہے، ایک برادری دوسری برادری کے لیے وہ ہر طرح کی ناانصافی اور حق تلفی کو روا رکھتی اور اس میں کسی اہلیت اور نااہلیت اور مستحق وغیر مستحق کا لحاظ نہیں رکھتی، ہماری سوسائٹی کا یہ وہ روگ ہے جو اسے گھن کی طرح کھا رہا ہے اور جس نے تمام انتظامیہ کو کھوکھلا اور کمزور بنا دیا ہے۔

تنگ نظری اور لسانی ونسلی اختلافات کو دور کرنے اور فراخ دلی وبے تعصبی اور انسانی وحدت کا خیال وجذبہ پیدا کرنے میں بھی اسلام ہی بیش قیمت مدد اور صحیح رہنمائی کر سکتا ہے، حب الوطنی کے صحیح جذبے کے تحت یہ دیکھے بغیر کہ یہ اصول نظریہ اور یہ بات کہاں سے آئی ہے اور اس کا کہنے والا کون ہے؟ صحیح اور مفید بات کو اپنائے اگر کسی مکان میں آگ لگ جائے تو اسے بجھاتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کہ بالٹی کس کی ہے اور پانی کہاں کا ہے، کسی مکان یا بستی میں تباہی سے کہیں زیادہ ملک وقوم کی تباہی ہے، ملک کو خطرات سے بچانے، اسے سلمیت اور استحکام بخشنے کے لیے یہ نہ دیکھئے کہ ملک کے لیے مفید نظریات قرآن مجید یا حدیث نبوی سے ماخوذ ہیں، اسلام بلاشبہ ملک کو درپیش اس دوسرے خطرے کو رفع کرنے کے لیے بہترین رہنمائی کر سکتا ہے۔

نسل انسانی کی وحدت کا اصول اسلامی تعلیمات کا اولین اصول ہے، اسلام نے بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے نسل انسانی کا خالق بھی ایک ہے اور ان کا مورث اعلیٰ بھی ایک ہے، اسی لیے سب ایک ہی کنبے کے افراد اور ایک ہی ہستی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا﴾ (لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت میں آسانی ہو۔)

ہمارے ملک پر دولت پیدا کرنے کا ایک ایسا بھوت سوار ہو گیا ہے، جس نے ملک کے حالات اور اقتصادی نظام کو درہم برہم کر دیا ہے، ہر شخص اس فکر میں ہے کہ وہ راتوں رات دولت مند بن جائے، دولت حاصل کرنا برا نہیں، مگر جلد از جلد دولت مند بن جانے اور ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا شوق خطرناک اور تباہ کن ہے، یہ شوق ایک لاوے کی طرح بہہ پڑا ہے اور ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑا ہے، اس مرض کا شکار شہر، قصبات اور دیہات سب ہیں، دولت پرستی کا جنون دیکھ کر بعض مرتبہ کچھ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس ملک میں ہر چیز دم توڑ چکی ہے، صرف دو چیزیں زندہ ہیں، ایک باہمی نفرت اور دوسرے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی ہوس، جیتی جاگتی حقیقتیں یہی دو ہی اور باقی سب کچھ فلسفہ اور شاعری ہے، باہمی منافرت کے واقعات آئے دن ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے رہتے ہیں، کبھی کسی کلچر، زبان یا علاقیے کی طرف تو کبھی کسی سیاسی پارٹی کی طرف ہے۔

سیاسی پارٹیوں کا اختلاف اپنی جگہ، سوسائٹی میں اخلاقی خرابیاں ہر دور میں رہی ہیں، مگر دولت پرستی کا اس طرح اعصاب پر سوار ہو جانا کہ اپنے مفاد کے لیے ملک کے مفادات کی ذرا بھی پرواہ نہ ہو، یہ کس قدر تشویشناک بات ہے۔

ہمارے یہاں مختلف تعمیری منصوبوں پل باندھ وغیرہ میں اتنی مقدار کا سمنٹ اور مسالہ استعمال نہیں ہوتا جو اس کی پختگی کے لیے ضروری ہو، ٹھیکہ دار اور عملے کی ملی بھگت اس کی پرواہ نہیں کرتی کہ ان کے اس عمل سے اس شہر کو نقصان پہنچے گا، کوئی محکمہ ایسا نہیں جس میں رشوت کا بازار گرم نہ ہو، اس بات کو ذمہ دار بھی جانتے ہیں کہ دولت پرستی کا ایسا جنون جو ملک کے مفادات سے آنکھیں بند کر لے، ملک کے عوام کو صریحا نقصان پہنچاتا ہے، چھوٹے سے چھوٹا کام ایمانداری اور سادگی کے ساتھ کرنا مشکل ہو گیا ہے، ہر ایک کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور ہر قدم پر رشوت دینی پڑتی ہے، خود شہری زندگی کی آسائشوں اور حکومت کے انتظامات کے فائدوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، ہر شخص کی نظر دوسرے کی جیب پر ہے اور وہ اس کی ضرورت ومجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور کہیں انسانی ہمدردی اور سچی حب الوطنی کا نام نہیں۔

اس خطرے کا علاج صرف خدا کا خوف، آخرت کی باز پرس کا خطرہ، ایسی دانا وبینا کا تصور ہے، جس کے متعلق یقین ہے کہ وہ دیکھ رہی ہے، حب الوطنی بھی کسی حد تک اس کا علاج کر سکتی ہے، آپ میں سے بہت سے لوگوں نے یورپ کا سفر کیا ہوگا، مغرب کے لوگ ان رکیک باتوں سے بچتے ہیں، یورپ کے خاص اور مشہور ممالک میں استحصال اور ملکی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر دولت اندوزی کا رجحان نہیں پایا جاتا اور جذبہ حب الوطنی کی وجہ سے ہوتا ہے؛ مگر اس حرص کا صحیح علاج آخرت کا تصور، خدا کا خوف اور اس کی باز پرس کا خطرہ ہے۔

وفاق المدارس الاسلامیہ بہار کا سالانہ امتحان ختم

وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ جس سے سینکڑوں مدارس مربوط ہیں اور وفاق کے ارتباط سے ان اداروں کے اعلی معیار میں نمایاں فرق نظر آرہا ہے، جو ادارے وفاق سے مربوط نہیں ہیں ان کے طلبہ میں تقابل وہ ذوق نہیں ہوتا جو ذوق وجذبہ وفاق سے ملحقہ اداروں کے طلبہ میں ہوتا ہے، یہ باتیں وفاق المدارس کے ناظم اور امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نے مدرسہ امدادیہ لہیریا سرائے دربھنگہ اور مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھروارہ کا دورہ کرتے ہوئے کہیں، انہوں نے وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات کے پرامن ماحول میں ہونے پر اطمینان کا اظہار کیا اور وفاق المدارس سے الحاق کی افادیت پر گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ ہر ادارہ طلبہ کی بہتر مستقبل کے لئے کوشش کرتا ہے لیکن وہ ادارے جو وفاق المدارس سے ملحق ہیں انہیں وفاق کی جانب سے برابر ہدایات دی جاتی ہیں اس لئے ان اداروں میں طلبہ کے اندر تقابل اور پٹیشن کا مزاج پیدا ہوتا ہے اور وہ دوسرے مدارس کے بالمقابل زیادہ کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

مفتی ارشد رحمانی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ نگراں مرکز امتحان مدرسہ امدادیہ لہیریا سرائے دربھنگہ نے کہا کہ مجھے کئی اداروں میں جانے اور امتحان لینے کا موقع ملا لیکن وفاق المدارس امارت شرعیہ سے اداروں میں امتحان کا جو منظر نظر آیا وہ دوسری جگہوں سے منظر نظر آیا۔ موصوف نے کہا کہ وفاق المدارس سے الحاق کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ ادارہ اور ادارہ میں زیر تعلیم طلبہ میں تقابل اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور صلاحیت میں نکھار، موصوف نے کہا کہ امارت شرعیہ کی جانب سے گاہے بگاہے ملحق اداروں کے ذمہ داران کو بلا کر انہیں تربیت دی جاتی ہے اور ضلعی سطح پر بھی تربیتی کیمپ لگا کر تعلیم وتدریس کے طریقہ کار سے اساتذہ کی رہنمائی کی جاتی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب ادارہ کی نگرانی میں کام کرے تو اس کی سمت درست ہوتی ہے اور وہ کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہے وفاق المدارس امارت شرعیہ کا ایک اہم شعبہ ہے اس کے خدمات شروع سے ہی منتظم ہیں اور موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی زید مجدہ کے عہد امارت میں اس پر مزید توجہ دی گئی اور اس کے دائرہ کار کو بڑی وسعت دی گئی ہے، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں دوران امتحان ناظم وفاق المدارس مفتی ثناء الہدی کی آمد اس کی واضح دلیل ہے ضرورت ہے کہ ارباب مدارس اس جانب توجہ فرمائیں اور اپنے مدرسے کو وفاق المدارس سے ملحق کروائیں۔

مرکز امتحان پر مفتی نور الہدی قاسمی صدر المدرسین مدرسہ امدادیہ مفتی عبد السلام قاسمی مولانا عبد الکریم قاسمی مولانا افضل امام فاروقی عبد الحفیظ صاحب سکریٹری مدرسہ امدادی مولانا سہیل قاری شمیم مولانا نوشاد عالم اشاعتی محمد حسین محمد سراج منشی کے علاوہ دیگر اساتذہ بھی موجود رہے، امتحان کے بعد نگراں امتحان مفتی ارشد رحمانی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ کی موجودگی میں ساری کاپیاں مرکزی دفتر کے لئے روانہ کی گئی، ناظم وفاق المدارس ونائب ناظم امارت شرعیہ کے جائزہ اور دعا کے ساتھ نشست ختم ہوئی۔

Volume:57/67,Issue:16 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

محبت کے بدلے محبت کیے جا
تیرا کام خدمت ہے خدمت کیے جا
(کمار پانی پتی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

دنیا وآخرت میں خیانت وبددیانتی کا وبال

مفتی محمد وقاص رفیع

اسلام کی معاشرتی واجتماعی زندگی میں بحیثیت مسلمان ایک شخص کے دوسرے پر جو حقوق واجب ہیں، اُن کی ادائیگی نہ کرنا، یا اُن کی ادائیگی میں کمی بیشی اور پس وپیش سے کام لینا امانت میں خیانت اور بددیانتی کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے اپنی کوئی چیز دوسرے کے پاس بطورِ امانت کے رکھوائی ہو اور جس کے پاس یہ چیز امانت رکھوائی گئی ہے، وہ اُس میں بے جا تصرف کرنے لگ جائے، یا مانگنے پر واپس نہ کرے اور پس وپیش سے کام لے، یا کسی کی کوئی خفیہ اور پوشیدہ بات کا کسی دوسرے کو بتانا، یا کسی دوسرے پر اِس کو ظاہر کرنا بھی بددیانتی اور خیانت کہلاتا ہے۔ اسی طرح عام مسلمانوں، ائمہ وقت اور اپنے متفقہ قومی وملی مصالح کے خلاف قدم اُٹھانا بھی قوم وملت سے بددیانتی اور خیانت کے مترادف ہے، دوست ہوکر دوستی نہ نباہنا، میاں بیوی ہوکر وفاداری نہ کرنا، قول وفعل کا تضاد ہونا، یہ بھی بددیانتی اور خیانت شمار ہوتا ہے۔

چناں چہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت مت کرو اور آپس کی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت کرو۔'' (الانفال)

اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ خیانت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اُس کے رسول کے طریقوں پر عمل نہ کیا جائے، دین وملت کے مصالح کے ساتھ غداری کی جائے، اللہ اور اُس کے رسول کے دُشمنوں کے ساتھ دُوستی کی پینگیں بڑھائی جائیں اور اسلام اور مسلمانوں کے اندرونی حالات وواقعات سے اُنہیں آگاہ کیا جائے۔ اسی طرح آپس کے جملہ معاملات لین دین، وعدہ گھاٹا، خفیہ بھید اور راز کا افشاء کرنا، ایک دوسرے کی ملکیت میں باہمی رضامندی کے بغیر ناجائز تصرف کرنا وغیرہ تمام امورِ امانت میں خیانت اور بددیانتی کے زُمرے میں آتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ تم کو امانت والوں کو اُن کی امانتیں ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔'' (النساء)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرماتے ہیں: (ترجمہ) اور آپؐ ہمیشہ اِن کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہتے ہیں۔'' (المائدہ)

اسی طرح جو آدمی دوسرے پر کسی معاملہ میں اعتماد اور بھروسہ کئے رکھے اور وہ وقت آنے پر اپنے اعتماد اور بھروسے پر پورا نہ اُترے تو یہ بھی بددیانتی اور خیانت کی ایک قسم ہے؛ چناں چہ قرآنِ مجید میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اوپر الزام کی پوری چھان بین عزیزِ مصر سے کروائی تا کہ اُسے یہ معلوم ہوجائے کہ میں نے چوری چھپے اُس سے خیانت نہیں کی۔ (یوسف)

اسی طرح حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں نے اپنے پاک پیغمبروں کے ساتھ بددیانتی اور خیانت کی کہ اُن کے خلاف وہ کافروں کا ساتھ دیتی رہیں اور اپنے شوہروں پر ایمان نہیں لائیں؛ چناں چہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان کی، یہ دونوں عورتیں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں، اِن دونوں نے اپنے شوہروں سے بددیانتی اور خیانت کی، پس یہ دونوں پیغمبر ہوکر بھی اپنی بیویوں کو اللہ تعالیٰ کے (عذاب) سے ذرا بھی نہ بچا سکے۔'' (التحریم)

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چھ باتوں کا وعدہ کرے تو میں اُس کے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ من جملہ اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ جب اُس کے پاس کوئی امانت رکھے تو اُس میں خیانت نہ کرے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ اگر تجھ میں چار باتیں پیدا ہوجائیں تو پھر دُنیا وآخرت میں کچھ بھی ہوا کرے، تجھے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ من جملہ اُن میں سے ایک امانت کی حفاظت بھی ہے۔ (احمد وبیہقی)

ایک حدیث میں آتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی ا؟ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعاء مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ بہت بری خفیہ خصلت ہے۔ (ابوداوٗد)

خیانت وبددیانتی کا صلہ اور اُس کا وبال صرف آخرت میں نہیں؛ بلکہ کبھی کبھی دُنیا میں بھی مل جاتا ہے؛ چناں چہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ والیٔ مصر احمد بن طولون کو اپنے حوض کے پاس ایک بچہ پڑا ہوا ملا، اُس نے بچہ کو اٹھالیا اور اس کی پرورش اور دیکھ بھال بڑی توجہ اور جانفشانی سے کی۔ اُس کا نام احمد رکھا اور وہ ''احمد یتیم'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو ذہانت وفطانت اور ظاہری وباطنی خوبیوں سے خوب نوازا تھا۔ احمد بن طولون کا جب آخری وقت آیا تو اس نے احمد یتیم کو اپنے بیٹے ابوالجیش کے سپرد کردیا۔ احمد بن طولون جب دُنیا سے رخصت ہوگیا تو ابوالجیش نے احمد کو بلا کر کہا: ''میں تمہیں اپنے یہاں ایک منصب پر فائز کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن میری یہ عادت ہے کہ میں کسی شخص کو کوئی ذمہ داری سپرد کرنے سے پہلے اُس سے یہ عہد وپیمان لیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ کسی قسم کی خیانت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ احمد یتیم نے عہد کرلیا تو ابوالجیش نے اس کو اپنے مال واسباب کا نگراں اور تمام حشم وخدم کا امیر مقرر کردیا۔ ابوالجیش احمد یتیم کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ احمد یتیم نے بھی اپنی ایمان داری، صاف گوئی، خدمت اور دیگر اعلیٰ صلاحیتوں کے ذریعہ اُس کے دل میں گھر کرلیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھریلو اُمور کے سلسلے میں بھی اُس پر اعتماد کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے احمد یتیم سے کہا: ''میری فلاں باندی کے کمرے میں جاؤ! جس جگہ میں بیٹھتا ہوں وہاں ایک موتی رکھا ہوگا، اسے لے کر آؤ'' احمد یتیم جب اُس کمرے میں داخل ہوا تو اُس نے امیر ابوالجیش کی چہیتی اور خاص لونڈی کو ایک خادم کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں پایا۔ خادم نے جب احمد یتیم کو دیکھا تو نکل بھاگا۔ لونڈی احمد یتیم کے پاس آکر اُسے بھی پیش کش کرنے لگی۔ احمد یتیم نے کہا: ''اللہ کی پناہ! میں اپنے محسن کے ساتھ خیانت نہیں کرسکتا، میں نے اس کے ساتھ عہد کر رکھا ہے'' یہ کہہ کر اُس نے موتی اُٹھایا اور امیر کی خدمت میں جا کر پیش کردیا۔ احمد یتیم کے لونڈی کے یہاں سے اس طرح چلے آنے کے بعد وہ شدید ڈر اور خوف میں مبتلا ہوگئی کہ کہیں وہ امیر کو خبر نہ کردے؛ مگر جب کچھ دن اطمینان سے گزر گئے اور امیر کے مزاج میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نظر نہ آئی تو لونڈی کے خوف میں کچھ کمی واقع ہوئی؛ لیکن پھر ایسا اتفاق ہوا کہ امیر نے ایک نئی لونڈی خرید لی اور اس کو سب سے زیادہ چاہنے لگا، طرح طرح کے انعام واکرام سے نوازنے لگا، پہلی لونڈی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگی، اس نے یہ یقین کرلیا کہ ضرور احمد یتیم نے اس کی خیانت کا ذکر امیر سے کردیا ہے، لہٰذا اس نے احمد یتیم سے بدلہ لینے کی ٹھانی؛ چناں چہ ایک دن روتی ہوئی امیر ابوالجیش کے پاس آئی اور دھاڑیں مار مار کر کہنے لگی: ''احمد یتیم نے میری عزت سے کھیلنے کی کوشش کی ہے'' امیر نے جب یہ سنا تو غیظ وغضب سے کانپنے لگا اور فوراً اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا؛ لیکن پھر کچھ سوچ کر اپنے ارادے کو مؤخر کیا، اپنے ایک قابل اعتماد خادم کو بلا کر کہا: ''میں ایک شخص کو سونے کا طشت دے کر تمہارے پاس بھیجوں گا، وہ جب تم سے آکر کہے کہ اس طشت کو مشک سے بھردو، تو تم اس کو قتل کرکے اس کا سر طشت میں ڈھانپ کر میرے پاس لے آنا'' چنانچہ امیر نے اپنے خواص اور مقربین کی ایک محفل جمائی، مشروبات کا دور چلنے لگا، احمد یتیم بھی اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، وہ بڑا پرسکون اور ہشاش بشاش تھا، اس کے چہرے پر کسی قسم کی کوئی پریشانی دکھائی نہ دیتی تھی، اتنے میں امیر نے ایک طشت احمد یتیم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: ''احمد یتیم! یہ طشت فلاں خادم کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ امیر نے اس میں مشک بھرنے کا حکم دیا ہے۔'' احمد طشت لے کر چل پڑا، راستے میں جب وہ باقی خدام ومصاحبین کے پاس سے گزرنے لگا تو انہوں نے اس کو روک لیا اور مجلس کے بارے میں پوچھنے لگے، احمد یتیم نے جان چھڑانے کی کوشش کی اور کہا: ''مجھے امیر نے کسی کام سے بھیجا ہے'' لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور کہا: ''کسی دوسرے کو بھیج دو، جب وہ لے آئے تو پھر تم امیر کی خدمت میں لے جانا'' چناں چہ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اس کی نظر اس خادم پر پڑی جس کو اس نے باندی کے ساتھ دیکھا تھا، احمد یتیم نے اسے طشت تھماتے ہوئے کہا: ''فلاں خادم کے پاس جا کر اس سے کہو کہ امیر نے حکم دیا ہے اس کو مشک سے بھردو'' خادم نے جا کر اسی طرح کہا، امیر کے حکم کے مطابق خادم خاص نے اس کا سر کاٹا اور طشت میں ڈھانپ کر چل پڑا، راستے میں احمد یتیم نے اس سے طشت لے لیا اور اس سے بے پرواہ ہوکر کہ اس میں کیا ہے، امیر کی خدمت میں جا پہنچا، امیر نے جب اسے طشت لئے زندہ سلامت اندر آتے دیکھا تو حیرت سے کبھی احمد یتیم کو دیکھتا تو کبھی طشت کو، احمد یتیم نے طشت امیر سامنے رکھا اور کپڑا ہٹایا تو اس کی آنکھیں کھلی کھلی رہ گئیں، اب وہ بھی گم صم تھا، کبھی طشت میں رکھے انسانی سر کو دیکھتا تو کبھی امیر کو، جب اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو بے اختیار پکار اٹھا: ''یہ کیا ہے؟'' امیر خود اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، بالآخر اس نے امیر کے پاس سے طشت لے کر جانے سے واپس آنے تک کی ساری کارگزاری سنائی اور اس کے علاوہ کسی بات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ امیر نے احمد یتیم کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا: ''تم اس کے متعلق ایسی کوئی بات جانتے ہو جس کی وجہ سے یہ اس انجام تک پہنچا ہے؟'' احمد یتیم نے کہا: ''اے امیر! اس نے ایک خیانت کا ارتکاب کیا تھا جس کا آج اسے خمیازہ بھگتنا پڑا ہے، میں نے آپ کو اطلاع نہ دے کر اس کے جرم کی پردہ پوشی کی تھی'' پھر اس نے اول سے آخر تک ساری کہانی امیر کو سنا ڈالی، امیر نے لونڈی کو طلب کیا اور اس سے تفتیش کی تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا اور احمد یتیم کی پاک دامنی کی تصدیق کی، امیر نے لونڈی کو احمد یتیم کے سپرد کرتے ہوئے اس کو قتل کا حکم دیا، چناں چہ لونڈی کو قتل کردیا گیا، اس واقعہ کے بعد امیر ابوالجیش کی نگاہ میں احمد یتیم کی قدر ومنزلت مزید بڑھ گئی اور اس نے تمام امور کی زمام تصرف اس کے حوالے کردی۔ غور کریں! دیانت دار کو اس کی دیانت کا صلہ اور خیانت والے کو اس کی خیانت کا صلہ کس طرح ملا؟